ابن تیمیہ نے کہا کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ ابو بکر بن شیبہ نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر میری قبر کے پاس درود بھیجا میں اسے خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے درود بھیجا وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے

اس حدیث کو محمد بن مروان مدنی نے روایت کیا اور سدی صغیر ثقہ نہیں ہیں اس حدیث کو سدی نے اعمش سے روایت نہیں کیا۔(۱)

دیکھو! ابن تیمیہ نے اس روایت کو رد کیا ہے مگر اس لیے نہیں کہ اس حدیث کی سند میں اعمش جیسا مدلس راوی ہے بلکہ اس لیے کہ سدی صغیر ثقہ نہیں ہے۔

چوتھا اعتراض:

مالک الدار جس پر اس روایت کا مدار ہے وہ مجہول ہیں، امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے ان کے ذکر پر سکوت اختیار کیا ہے اور علماء حدیث کے نزدیک یہ قاعدہ ہے کہ جس کے ذکر سے امام بخاری اور ابن ابی حاتم سکوت اختیار کریں وہ مجہول اور غیر معروف ہے۔

جواب:

سبحان اللہ کیا کہنا! یہ قاعدہ اصولِ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملے گا اور نہ کوئی اس کو تسلیم کرے گا۔ اور بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے مالک الدار کا ذکر کیا ہے

امام بخاری کا قول:

مالک بن عیاض الدار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے رب! میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا مگر جب کہ میں عاجز ہو جاؤں، یہ قول علی نے محمد بن حازم سے انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں مالک الدار سے روایت کیا ہے۔(۱)

(۱) مجموعۃ الفتاویٰ۔۱،۸۰ ۲۳

امام ابن ابی حاتم کا قول:

مالک بن عیاض حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ان سے ابو صالح سمان نے روایت کی اور وہ کہتے ہیں میں نے ان سے سنا (۱)

امام ابن سعد کا قول:

مالک الدار حضرت عمر کے آزاد کردہ غلام ہیں اور یہ قبیلہ حمیر میں سے جبلان کی طرف سے منسوب تھے مالک الدار نے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور ان سے ابو صالح سمان نے اور وہ معروف تھے۔(۲)

ابن سعد نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ معروف تھے نہ کہ مجہول۔

علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی فرماتے ہیں۔

مالک الدار حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے اور وہ مالک بن عیاض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے انہوں نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا وہ شیخین اور حضرت معاذ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے دو بیٹوں عبد اللہ اور عوف کے علاوہ ابو صالح اور عبد الرحمن سعید المخزومی نے روایت کی ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے عیال کیلئے گلے کی پیمائش پر مقرر کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں انہیں تقسیم پر مامور کیا۔(۳)

اور اگر مالک الدار پر اعتماد نہ کیا جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں خازن مقرر نہ فرماتے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انہیں تقسیم کے کام پر مقرر فرماتے۔

جیسا کہ امام بخاری اور ابن ابی حاتم نے ان کا ذکر کیا اور ابن سعد نے تصریح فرمائی ہے کہ مالک الدار معروف ہیں نہ کہ مجہول۔

جبکہ علامہ زرقانی نے ان سے چار روایات ذکر کی ہیں یہ سب کچھ بیان کرنے کے

(۱) کتاب الجرح: ۸: ۲۱۳

(۲) طبقات: ۵: ۱۲

بعد بھی اگر کوئی عالم یہ کہے کہ مالک الدار مجہول ہیں تو یہ علماء کی شان کے لائق نہیں ہے۔

شیخ جزائری اس بات کے معترف ہیں کہ واقعۃً اس روایت نے مجھے حیران کر دیا ہے جب میں نے مدینہ کے محدث شیخ حماد الانصاری سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس حدیث کے ماخذ کا مطالعہ کیا چنانچہ یہ حدیث نہ تو سند کے اعتبار سے مقبول ہے نہ متن کے اعتبار سے

ہماری ذکر کردہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ان دو افراد نے امام بخاری کی تاریخ کبیر اور ابن ابی حاتم کی جرح وتعدیل نامی کتاب کی طرف مراجعت نہیں کی

پانچواں اعتراض:

سیف ضبی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جبکہ سیف ضبی پر کذاب اور زندیق ہونے کی تہمت ہے اور اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے کہا کہ اس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے اور یہ منکر الحدیث ہے

جواب

ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ استدلال کا دارو مدار حافظ ابن ابی شیبہ کی روایت پر ہے اور اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں شارح بخاری علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند میں سیف ضبی کا ذکر نہیں کیا لہذا ہم اسے ضعیف قرار نہیں دے سکتے

چہ جائیکہ ہم اسے باطل قرار دیں جن دو روایات کا تذکرہ حافظ ابن کثیر نے کیا وہ متابع ہیں استدلال کا مدار اُن پر نہیں۔

امام ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب جرح وتعدیل میں کہا ہے کہ سیف بن عمر ضبی ضعیف اور متروک الحدیث ہے اس کی حدیث واقدی کی حدیث کی طرح ہے۔اس سے زیادہ کچھ نہ کہا ہم نہیں جانتے کہ کس مقام پر کہا ہے کہ اس پر زندیق ہونے کی تہمت ہے۔(۱)

یہاں پر یہ بات واضح کردوں کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک انبیاء کرام

وصال کے بعد بھی زندہ ہیں تو کون سی چیز ان کی بارگاہ میں طلب دعا اور شفاعت کی درخواست کرنے سے مانع ہے؟

علامہ ابن قیم نے شیخ احمد بن عمرو سے نقل کیا ہے کہ موت صرف عدمِ محض نہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شہداء اپنے قتل اور موت کے بعد اپنے رب کے حضور زندہ ہوتے ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش وخرم ہیں اور یہ صفت حیات دنیا ہے جب یہ شان شُہداء کی ہے تو انبیاء کی اولیٰ تو شہداء سے بھی ارفع واعلیٰ ہے۔علاوہ ازیں یہ بات نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء کے اجساد کو نہیں کھاتی اور بیت المقدس میں معراج کی رات اور آسمان پر انبیاء کیساتھ ملاقات ہوئی اور خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ثابت ہے اور آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں ہے جو آپ کو سلام پیش کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح مبارکہ واپس لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ آپ سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں اس کے علاوہ دوسری احادیث جن سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں کرام ان کا ادراک نہیں کر سکتے۔اگرچہ وہ زندہ حالت میں موجود ہیں۔(۱)

فصل :

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا

رہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، کو وسیلہ بنانا تو یہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کو
ہی وسیلہ بنانا ہے کیونکہ انھیں وسیلہ بنانے کی وجہ فقط یہی تھی کہ وہ رسول اللہ کے چچا اور
آپ کے ہاں ان کا ایک مقام ہے جیسے اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ کے الفاظ حضرت انس سے یوں مروی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لے
حضرت عباس سے وسیلہ پکڑتے ہوئے کہا کرتے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ فَتَسْقِیْنَا
وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا (۱)

(اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں تیرے حبی ﷺ کو وسیلہ بناتے تو بارش کا
نزول ہو جاتا ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ دیتے ہیں
ہمیں بارش عطا فرما)

اس میں الفاظ یہ ہیں، اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا (ہم اپنے نبی کے چچا کو
تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں) ہمارے دعویٰ پر یہ تصریح ہے

امام ابن عبد البر مالکی نے استیعاب میں جن الفاظ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے اس میں اس سے
بھی واضح الفاظ ہیں۔

جب سترہ ہجری کو قحط پڑا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض
کیا، امیر المومنین قحط کی صورت میں بنی اسرائیل کے لوگ حضرات انبیاء علیھم السلام کے قریبی رشتہ

(۱) البخاری، ابواب الاستسقاء

داروں کو وسیلہ بنا کر دعا کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ھٰذَا عَمُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصِنْوُ اَبِیْہِ وَسَیِّدُ بَنِیْ ھَاشِمٍ

(رسول اللہ ﷺ کے چچا آپ کے والد کے نائب اور ہاشمی خاندان کے سردار ہیں)

پھر ان کے پاس گئے اور بتایا کہ لوگ قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہیں پھر
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر خطبہ دیا اور یہ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اِنَّا تَوَجَّھْنَا اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا وَصِنْوُ اَبِیْہِ
فَاسْقِنَا الْغَیْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِیْنَ

(اے اللہ! ہم تیری بارگاہ اقدس میں اپنے نبی کے چچا جوان کے والد کی
جگہ ہیں کے ساتھ حاضر ہیں ہمیں بارش عطا فرما اور ہمیں ناامید نہ کرنا)

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

قُمْ یَا اَبَا الْفَضْلِ فَادْعُ (الاستیعاب، باب عباس) اے ابو الفضل اب تم دعا کرو

امام موصوف لکھتے ہیں ہمیں متعدد اسناد سے معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جب استسقاء کے لئے نکلے تو ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لیا اور وہاں ان الفاظ کے
ساتھ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ ﷺ نَسْتَشْفِعُ
بِہٖ فَاحْفَظْ فِیْہِ بِنَبِیِّکَ کَمَا حَفِظْتَ الْغُلَامَیْنِ
لِصَلَاحِ اَبِیْھِمَا (۱)

(اے اللہ ہم تیری بارگاہ مبارکہ میں تیرے نبی کے چچا کے ساتھ حاضر ہیں
اور انھیں سفارشی بنا رہے ہیں تو ان کی وجہ سے اپنے نبی کی نسبت کا خیال
فرما جیسے تو نے دونو جوانوں میں ان کے نیک والدین کا خیال فرمایا تھا)

اس موقعہ پر جن کلمات کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں دعا کی وہ ہمارے مدعیٰ کو آشکار کر رہے ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) لکھتے ہیں کہ امام زبیر بن بکار نے سند کے

ساتھ الانساب میں اس واقعہ کی تفصیل میں نقل کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر یوں دعا کی

اَللّٰھُمَّ اَنَّہٗ لَمْ یَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ یَکْشِفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِیْ اِلَیْكَ لِمَکَانِیْ مِنْ نَّبِیِّكَ وَهٰذِهٖ اَیْدِیْنَا اِلَیْكَ بِالذُّنُوْبِ وَ نَوَاصِیْنَا اِلَیْكَ بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَیْثَ (١)

(اے اللہ کوئی مصیبت گناہ کے بغیر نازل نہیں ہوتی، اس کا ازالہ توبہ کیے بغیر نہیں۔ لوگوں نے تیرے نبی ﷺ کے قرب کی وجہ سے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ یہ گنہگار ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف ہیں اور ہم ہر شرمندگی سے توبہ کرتے ہیں ہم پر بارش کا نزول فرما)

تو یہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ ہی ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع نہ کرنا

اِس سے قبل، حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ بات ذکر کی گئی کہ انھوں نے دورِ فاروقی میں حضور ﷺ کو وسیلہ بنایا اور یہ بات انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں لائی اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بعد از وصال ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانے کے منکر ہوتے تو انھیں اس سے منع کرتے اور تائید نہ کرتے حالانکہ انھوں نے منع کرنے کے بجائے ان کی بات کے مطابق عمل کر کے ان کی تائید کی، شیخ غماری نے خوب لکھا۔

فَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمْ یَنْهَ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ عَمَّا فَعَلَ وَلَا نَبَّهَ وَلَوْ کَانَ التَّوَسُّلُ بِالنَّبِیِّ ﷺ مَمْنُوْعًا فِیْ اِجْتِهَادِهٖ لَمَا سَکَتَ عَنْ بِلَالٍ بَلْ لَصَاحَهٗ بِالنَّهْیِ وَصَکَّهٗ بِهٖ صَكَّ الْجَنْدَلِ وَ شِدَّةُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ فِیْمَا

هٰذا حَقًّا مَعْرُوْفَةٌ لَا تَحْتَاجُ اِلٰی اِسْتِدْلَالٍ (١)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلال بن حارث کو اس عمل سے نہ منع کیا اور نہ اس پر تنبیہ کی اگر نبی ﷺ کو وسیلہ بنانا ان کے ہاں منع ہوتا تو وہ بلال کے اس عمل پر خاموش نہ رہتے بلکہ وہ اس سے فی الفور سختی سے منع کرتے حق کہنے کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شدت مشہور ہے اور وہ کسی تعارف و دلیل کی محتاج نہیں)

تو واضح ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذات نبی سے وسیلہ کے منکر نہ تھے اور انھوں نے اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا تو اس کی وجہ ان کا عمِ نبی ہونا ہے اور ان کے قرب و مقام کی وجہ سے انھیں وسیلہ بنایا

اکرام نبوی ﷺ کی وجہ سے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس لئے وسیلہ نہیں بنایا کہ وہ حضور کی ذاتِ اقدس سے وسیلہ نہیں مانتے تھے بلکہ اس کی وجہ روایات میں یہی آئی ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کا خوب اکرام و احترام فرمایا کرتے تو رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے انھوں نے ایسا کیا جیسے امام زبیر بن بکار نے انساب الاشراف کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال میں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بارش کے لئے وسیلہ بناتے ہوئے فرمایا

فَخَطَبَ النَّاسَ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یَرٰی مَا یَرٰی وَلَدٌ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا اَیُّهَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَاتَّخِذُوْا وَسِیْلَةً اِلَی اللّٰهِ (٢)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور بتایا رسول اللہ ﷺ ان کو والد کی طرح ہی جانتے تو ان میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرو اور انھیں بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناؤ)

---

(١) مصباح الزجاجة فی فوائد صلاة الحاجة، ٣٧

اسے بلاذری نے بھی سند کے ساتھ نقل کیا

صالحین سے توسل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمل سے یہ واضح کرنا چاہا کہ حضور ﷺ کے علاوہ آپ کی اُمت کے اولیاء وصالحین کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے ائمہ اُمت نے ان کے اس عمل سے یہ مسئلہ استنباط کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی اس واقعہ کے فوائد میں لکھتے ہیں

يُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْعَبَّاسِ اِسْتِحْبَابُ الْاِسْتِشْفَاعِ بِأَهْلِ الصَّلَاحِ وَالْخَيْرِ وَأَهْلِ بَيْتِ النُّبُوَّةِ (۱)

(حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ نیک، اہل خیر اور اہل بیت نبوی کو وسیلہ، سفارشی بنایا جاسکتا ہے)

ان کا یہ عمل اس لئے نہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو بعد از وصال وسیلہ نہ مانتے تھے بلکہ انھوں نے اس سے آگاہ کیا کہ ہر نیک آدمی کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے تاکہ لوگ اس پر فتویٰ بازی نہ کریں۔

فصل:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ کی تین تفاسیر میں اولیٰ کون سی ہے؟

مذکورہ روایت میں رسول اللہ ﷺ نے خود "یا محمد" کہنے کی اجازت وتعلیم دی ہے مگر لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہر حال میں ان الفاظ سے بلانے سے منع کرتے ہوئے آیت مبارکہ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا سے استدلال کرتے ہیں لہذا ہم یہاں اس کی کچھ وضاحت کر دیتے ہیں

آیت مبارکہ کی تفاسیر

اس آیت مبارکہ کی تین تفاسیر ہیں

۱۔ تم میں سے رسول اللہ ﷺ کے بلانے اور یاد فرمانے کو ایک دوسرے کے بلانے کی طرح مت سمجھو آپ ﷺ جیسے ہی طلب فرمائیں حاضر ہو جاؤ اگرچہ تم حالت نماز میں ہی کیوں نہ ہوں

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح مت سمجھو کیونکہ جو مقام آپ کی دعا کا ہے وہ کسی دوسرے کی دعا کا کہاں ہو سکتا ہے؟

۳۔ رسول اللہ ﷺ کو اس انداز سے مت بلاؤ جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو

پہلی تفسیر اولیٰ ہے

اگرچہ تینوں تفاسیر میں کوئی تضاد نہیں مگر پہلی تفسیر اولیٰ ہے کیونکہ آیت مبارکہ کا سیاق وسباق بتا رہا ہے کہ دوسری تفاسیر یہاں اولیٰ نہیں اس وجہ سے مفسرین کرام نے

پہلے معنی کو ہی اولیٰ قرار دیا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں

۱۔ امام فخر الدین رازی (ت:۶۰۶) اس معنی کو ترجیح دیتے ہوئے یوں بیان کرتے ہیں

لَا تَجْعَلُوْا اَمْرَهٗ اِيَّاكُمْ وَدُعَاءَهٗ لَكُمْ كَمَا يَكُوْنُ مِنْ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اِذْ كَانَ اَمْرُهٗ فَرْضًا لَازِمًا هُوَ اِخْتِيَارُ الْمُبَرِّدِ وَ الْقَفَّالِ وَالْوَجْهُ الْاَوَّلُ اَقْرَبُ اِلٰى نَظْمِ الْاٰيَةِ (۱)

(رسول اللہ ﷺ جو تمہیں حکم دیں اسے تم ایک دوسرے کے حکم کی طرح مت سمجھو کیونکہ آپ ﷺ کا حکم لازم ہے یہ امام مبرد اور قفال کا مختار ہے اور یہی معنی نظم آیت کے زیادہ قریب و مناسب ہے)

۲۔ امام سید محمود آلوسی (ت:۱۲۷۰) نے دو معانی بیان کرتے ہوئے پہلا یوں لکھا

لَا تَقِيْسُوْا دُعَاءَهٗ ﷺ اِيَّاكُمْ عَلٰى دُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا فِيْ حَالٍ مِّنَ الْاَحْوَالِ (۲)

(رسول اللہ ﷺ جب تمہیں بلاتے ہیں اس بلانے کو کبھی بھی آپس میں بلانے کی طرح مت سمجھو)

دوسری تفسیر و معنی ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اَلْاَظْهَرُ فِيْ مَعْنَى الْاٰيَةِ مَا ذَكَرْنَاهُ اَوَّلًا (۳)

(آیت کا وہی معنی زیادہ مناسب ہے جو ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے)

۳۔ شیخ عبد الماجد دریا آبادی خلیفہ اشرف علی تھانوی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں

اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کو اس طرح مت پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو منقول یہ تفسیر بھی ہے لیکن سیاق سباق سے بہت بعید ہے (۴)

۴۔ سید مودودی لکھتے ہیں

(۱) تفسیر کبیر جز ۲۴، ۲۹
(۲) روح المعانی، ۱۸۔۲۰۲
(۳) (ایضا)
(۴) تفسیر ماجدی، ۷۶۸

ان تینوں کا مطلب اگرچہ معنی کے لحاظ سے صحیح اور قرآن کے الفاظ تینوں کو شامل ہیں لیکن بعد کے مضمون سے پہلا مطلب ہی مناسبت رکھتا ہے (۱)

کچھ اہل علم نے تیسرے معنی و تفسیر کو ضعیف بھی قرار دیا ہے مثلاً امام قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی (ت:۶۸۵) نے آیت کی دوسری تفسیر یہ کی

وَقِيْلَ لَا تَجْعَلُوْا نِدَاءَ هُوَ تَسْمِيَتُهٗ كَنِدَاءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ بِاسْمِهٖ (۲)

(کہ آپ ﷺ کو نام لے کر نہ بلاؤ جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو)

تو اس پر امام احمد خفاجی (ت:۱۰۶۹) نے لکھا

لَمَّا كَانَ الْاَوَّلُ اَظْهَرَ مَرَّضَ هٰذَا وَاَخَّرَ (۳)

(چونکہ پہلی تفسیر مختار اور اظہر تھی اس لیے دوسری تفسیر کو ضعیف قرار دیتے ہوئے اسے مؤخر کیا)

اس مسئلہ پر نہایت ہی تحقیق کے ساتھ علامہ مفتی غلام سرور قادری مدظلہ نے کتاب 'ندائے یا محمد' لکھی ہے اس کا مطالعہ نہایت مفید ہے اس سے ایک اقتباس درج ذیل ہے

آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی محمد ﷺ کی دو حیثیتیں:

یہ مسلّم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی محمد ﷺ کی دو حیثیتیں ہیں ایک اسمی وعلمی حیثیت ہے جس میں نام کے معنوں کا لحاظ نہ ہو جیسے عام لوگوں کے نام ہوتے ہیں جب ہم کسی کو اس کے نام سے پکارتے ہیں تو اس کے نام میں معنویت اور وصفیت کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے۔ مثلاً کسی کا نام اس کے ماں باپ نے "چراغ دین" رکھا ہے۔ اس کا نام رکھتے وقت اس کے ماں باپ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بچے کو دین کا چراغ کرے گا اور جب اس بچے کو کوئی دوسرا شخص اسی نام سے پکارتا ہے تو اس سے محض اس کی

(۱) تفہیم القرآن، ۳۔۳۲۷
(۲) انوار التنزیل، ۳۔۲۶۱

شخصیت کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اس کی شخصیت کو متوجہ کرنے کے ساتھ اس کے نام کی وصفیت کے ذریعے اس کی مدح وتوصیف مقصود نہیں ہوتی لیکن آپ ﷺ کے اسم گرامی کی بات اس سے مختلف ہے

حضور ﷺ کے اسم گرامی میں شروع سے ہی وصفیت ملحوظ تھی:

کیونکہ جب آپ کا اسم گرامی ''محمد'' آپ ﷺ کے جدِّ امجد حضرت عبد المطلب نے تجویز فرمایا تھا اس وقت آپ کے اسم گرامی میں وضعی اور وصفی معنی کو ملحوظ رکھا گیا۔ چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے

لَا یَخْفٰی اَنَّ جَمِیْعَ اَسْمَاءِہٖ ﷺ مُشْتَقَّۃٌ مِنْ صِفَاتٍ قَامَتْ بِہٖ تُوْجِبُ لَہُ الْمَدْحُ وَالْکَمَالُ فَلَہٗ مِنْ کُلِّ وَصْفٍ اِسْمٌ (۱)

(یہ بات مخفی نہ رہے کہ آپ ﷺ کے تمام اسماء گرامی ایسی صفات سے ماخوذ ہیں جو آپ میں پائی جاتی ہیں جن سے آپ کی مدح وکمال ثابت ہوتا ہے پس ہر وصف سے آپ ﷺ کا ایک اسم گرامی ماخوذ ہے)

علامہ امام علی بن برہان حلبی علیہ الرحمہ ۱۰۳۳ھ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی میں وصفیت کا معنی ملحوظ ہے اس کے بعد موصوف فرماتے ہیں جس کا ترجمہ عرض ہے: آپ ﷺ کا اسم گرامی ''محمد'' آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے رکھا، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ کی پیدائش کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا ایک مینڈھے کو ذبح کیا گیا اور آپ کا نام آپ کے جدِّ امجد نے ''محمد'' رکھا تو ان سے عرض کی گئی کہ اے ابوالحارث (یہ حضرت عبدالمطلب کی کنیت ہے) آپ نے اپنے پوتے کا نام محمد کیونکر رکھا ہے؟ اس کا نام اپنے آباء کے نام پر کیوں نہیں رکھا؟ دوسری روایت میں ہے کہ یہ نام آپ کے آباء واجداد اور آپ کی قوم میں سے کسی کا نہیں ہے آپ نے جواب دیا

اَرَدْتُّ اَنْ یَّحْمَدَہُ اللہُ فِی السَّمَآءِ وَیَحْمَدَہُ النَّاسُ فِی الْاَرْضِ

میں نے ان کا نام محمد (حمد سے ماخوذ) اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اور لوگ زمین پر اس کی حمد وتعریف کریں

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ اس مشہور روایت کے مطابق ہے جس میں آیا کہ آپ ﷺ کے جدِّ امجد نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پر آپ کا نام محمد رکھا اس ان کی مراد نیک شگون تھی کہ مخلوق ان کی حمد وتعریف کرے گی کیونکہ آپ ایسی پیاری خصلتوں کے مالک واقع ہوں گے جو قابلِ تعریف وستائش ہوں گی اور واقعی آپ ﷺ ایسے ہوئے اور اسی لیے محمد، محمود سے ابلغ ہے اور اسی طرف حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے قول میں اشارہ فرمایا ہے

فَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَ ھٰذَا مُحَمَّدٌ

(کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسم گرامی ''محمود'' سے آپ کے اسم گرامی ''محمد'' کو بنایا عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہے)

علامہ موصوف آگے چل کر فرماتے ہیں

وَاَمَّا ھٰذَا فَھُوَ الَّذِیْ یَحْمَدُہٗ اَھْلُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاَھْلُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (۱)

(یہ وہ محمد ﷺ ہیں جن کی آسمان والے اور زمین والے اور دنیا وآخرت والے تعریف کرتے ہیں)

یعنی جیسے حضور ﷺ کے جد امجد نے نام رکھتے وقت حمد کا تصور کیا تھا ویسے ہی ہوا کہ آسمان وزمین اور دنیا وآخرت والے آپ کی تعریف سے رطب اللسان ہیں اس کے بعد فرماتے ہیں:

اِنَّ مُحَمَّدًا مَنْ کَثُرَ حَمْدُ النَّاسِ لَہٗ

(محمد ﷺ کہتے ہی اس ذات والا صفات کو جن کی لوگ بکثرت تعریف کرتے ہیں)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ آپ کے نام مبارک میں وصفیت شروع سے ہی

محفوظ تھی، ہے اور رہے گی

کفار کا اعتراف کہ آپ کے اسم گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہیں:

اس بات کا کفار بھی اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کے اسمِ گرامی میں وصفی معنی ملحوظ ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو کفار ''محمد'' (تعریفوں والے) کی بجائے مذمم (برائی والے) کہہ کر گالیاں دیتے تھے اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

اَلَا تَعْجَبُوْنَ کَیْفَ یَصْرِفُ اللّٰہُ عَنِّیْ شَتْمَ قُرَیْشٍ وَلَعْنَھُمْ یَشْتُمُوْنَ مُذَمَّمًا وَاَنَا مُحَمَّدٌ (۱)

(کیا تمہیں یہ بات عجیب نہ لگے گی کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالی گلوچ کو کیسے پھیرتا ہے وہ مذمم کو گالی دیتے ہیں اور میں تو محمد (تعریفوں والا) ہوں)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ کفار آپ کے اسم گرامی کے وصفی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نام سے گالی دیتے اپنی حماقت تصور کرتے تھے یعنی وہ سمجھتے تھے کہ جنہیں ہم گالی دیتے اور برا بتاتے ہیں اور جس نام سے ہم انہیں پکارتے ہیں وہ تو محمد ہے اور محمد ﷺ کا معنی بار بار تعریف کیا ہوا ہے اور یہ نام اس بات سے پاک ہے کہ ہم اس کی نسبت برائی کی طرف کریں ایک طرف تو زبان پر ان کا نام محمد لیں اور دوسری طرف سے اس کو برا بتائیں اس سے بڑھ کر کم عقلی کی کون سی بات ہوگی لہذا ان کا نام محمد نہ لیا کرو بلکہ مذمم کہہ کر گالی دیا کرو۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے اسم گرامی محمد میں حمد و تعریف کا وصفی معنی بڑی شہرت رکھتا ہے۔ لہذا اس مبارک نام میں جو وصفیت ہے کہ اس کے اعتبار سے آپ کو نداء کرنا بلاشبہ جائز ہے اور ممانعت کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ کے اسم گرامی کو ادب واحترام کے بغیر عامیانہ انداز میں یا عام لوگوں کی طرح زبان پر لا کر قرینۂ تعظیم کے بغیر عام طریقے سے نداء کی جائے چنانچہ مفسرین نے یہ لکھا ہے

ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی ''کَنِدَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا'' میں کاف تشبیہ واضح ہے یعنی تم آنحضرت ﷺ کو ایسے نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے

(۱) مشکوٰۃ، ج ۲ ص: ۵۱۵

اور ظاہر ہے کہ ہمارا ایک دوسرے کو پکارنا عامیانہ طریقے سے ہوتا ہے اور خالی نام سے پکارنا ہوتا ہے جس میں وصفی معنی ملحوظ ہی نہیں ہوتا اور یا پس دیوارِ حجرہ، عامیانہ طریقے سے نداء کرنا اور بجائے اس کے کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کا انتظار کیا جائے آپ کی گھریلو مصروفیات یا استراحت وآرام میں حائل نہ ہوا جائے آپ ﷺ کو پسِ دیوار نداء کر کے آپ کے آرام وسکون میں خلل انداز ہونا بھی ممنوع ہے جیسے کہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

وَالنِّدَاءُ وَرَاءَ الْحُجُرَاتِ (۱)

(آپ ﷺ کے آرام وسکون کا خیال کیے بغیر) حجروں کی دیواروں کے پیچھے آپ کو عامیانہ طریقے سے نام لے کر مت بلاؤ

اور امام ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

ذٰلِکَ نَھْیٌ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَّدْعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بِغِلَظٍ وَ جَفَاءٍ وَ اَمَرَلَھُمْ اَنْ یَّدْعُوْہُ بِلِیْنٍ وَ تَوَاضُعٍ وَ لَا یَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ فِیْ تَجَھُّمٍ (۲)

(یعنی یہ اللہ کی طرف سے اس بات کی ممانعت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سخت درشت (بے ادبی سے) اور ترش لب ولہجہ میں یا محمد کہہ کر پکارا جائے اور اسی میں تواضع سے پکارنے کا حکم ہے)

یہ روایت سیدنا مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے معلوم ہوا کہ مطلقاً یا محمد سے پکارنا منع نہیں بلکہ قرینہ تعظیم کے بغیر عام لوگوں کی طرح پکارنا منع ہے اگر رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی سے پکارنا آپ کے ادب کے خلاف ہے تو اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی بھی ذاتی ہے لہذا ''یا اللہ'' سے نداء بھی جناب باری تعالیٰ میں سوء ادبی ہوگی ایک چیز اگر نبی کی شان کے خلاف ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف بطریق اولیٰ ہو سکتی ہے لہٰذا ''یا اللہ'' کہنا درست نہ ہوگا۔ اسی طرح عثمانی صاحب جن کا تعلق دیوبندی مکتب فکر سے ہے لکھتے ہیں نیز مخاطبات میں حضور ﷺ کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیے عام

(۱) روح المعانی، ج ۱۸ ص: ۲۰۴

لوگوں کی طرح یا محمد وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے انہوں نے بھی ہمارے دعوے کی تائید کی ہے کہ

مطلقاً ''یا محمد'' کہنے کی ممانعت نہیں بلکہ عام لوگوں کی طرح (کسی بھی ایسے طریقے سے جس میں تعظیم کا پہلو نہ نکلتا ہو) آپ ﷺ کو نداء نہ کریں (۱)

[illegible]:

السّلامُ علیکَ ایُّھا النّبیُّ کی تعلیم

(اے نبی آپ پر سلام ہو)

ہر نماز میں اللہ تعالیٰ نے تشہد کا حکم دے رکھا ہے اس کے کلمات معروف ہیں [illegible] للہ والصلوات، الخ اس میں نمازی یونہی بارگاہ خداوندی میں اپنی عبودیت [illegible] تواضع وانکساری اور مالی وبدنی عبادات پیش کرتا ہے تو اسے حکم ہے وہ اپنے [illegible] کی خدمت اقدس میں یوں سلام عرض کرے

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

(اے نبی محترم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات کا نزول ہو)

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور (یَانَبِیَّ اللهِ) میں کوئی فرق نہیں:

یہاں اس بات کو ذہن نشین کر لینا نہایت ہی ضروری ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ اللهِ میں ہرگز کوئی فرق نہیں، [illegible] نماز کے اندر جائز ہے تو دوسرا کیوں جائز نہیں حالانکہ دونوں کا معنی ومفہوم یکساں [illegible] پر بھی ہم اہل علم کی تصریح ذکر کر دیتے ہیں

امام ابو بکر حسین بیہقی (ت،۴۵۸) حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حکم [illegible] (وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا) کی تفصیل میں لکھتے ہیں

اَمَّا السَّلَامُ فَهُوَ اَنْ یُّقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اَوْسَلَامٌ عَلَیْكَ اَوْ یَا رَسُوْلَ (۱)

(سلام کی تفصیل یہ ہے کہ یوں سلام عرض کیا جائے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلُ)

امام احمد خفاجی (ت، ۱۰۶۹) نے سلام کی تفصیل ان کلمات سے کی ہے

اِنَّ الْمُرَادَ بِالسَّلَامِ قَوْلُهُمْ اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ (۱)

(سلام عرض کرنے سے مراد الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ہے)

نماز اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض سلام:

نمازی جس طرح بقیہ تمام نماز، ثناء، فاتحہ اور تسبیحات رکوع وسجود وغیرہ بطور انشاء ادا کرتا ہے اس طرح آپ کی خدمتِ اقدس میں سلام بھی بطور انشاء ہی عرض کرے، کلمات بطور حکایت واخبار نہ کہے جیسا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کتنے افسوس کی بات ہے باقی تمام نماز بطور انشاء ادا کی جائے اور یہ کلمات بطور حکایت کہے جائیں، آخر ان کو بطور حکایت پڑھنے پر کونسی نص ہے؟ اللہ ورسول جنہوں نے یہ کلمات نماز میں شامل فرمائے انہوں نے ان میں اور بقیہ نماز میں کسی فرق وامتیاز سے آگاہ نہیں فرمایا، اگر انہوں نے امتیاز نہیں کیا تو کسی دوسرے کو یہ حق کیسے دیا جا سکتا ہے کہ ان میں امتیاز و تفریق کی کوشش کرے۔

فصل:

بطور انشاء عرض پڑھنے پر دلائل

ہم یہاں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' بطور انشاء پڑھنے پر دلائل ذکر کر رہے ہیں اس سے پہلے بطور تمہید التحیات کا پس منظر سامنے لانا ضروری ہے

تعلیم التحیات کا پس منظر:

امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم تعلیم تشہد سے پہلے یوں کیا کرتے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَی اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلٰی جِبْرِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ

(اللہ پر سلام، جبریل ومیکائیل پر سلام)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا تَقُوْلُوْا کَذَا فَاِنَّ اللهَ هُوَ السَّلَامُ لٰکِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الخ (۱)

(اس طرح نہ کہو کیونکہ اللہ سراپا سلام ہے تم یوں کہو التحیات للہ الخ)

بخاری و مسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب تم تشہد میں بیٹھو تو التحیات للہ الخ پڑھا کرو اور 'وَعَلٰی عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِیْنَ' کے ساتھ فرمایا

فَاِنَّکُمْ اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ فَقَدْ سَلَّمْتُمْ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ لِلّٰهِ الصَّالِحِ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

(جب تم نے یہ پڑھا تو تم نے ہر بندہ صالح پر سلام کیا خواہ وہ آسمان پر

(۱) سنن الدار قطنی، باب صفة التشهد

ہے یا زمیں پر)

رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو نماز میں جو تشہد کی تعلیم دی، اس کی حکمت اہل… تھی کہ اُمت نماز میں حسب درجہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اس کے بند… بارگاہ میں تحیہ وسلام عرض کرے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ یہ تمام بطور انشاء و دعا… بطور حکایت وخبر۔ اگر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے کلمات بطور حکایت… لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدسہ میں تحیہ اور اس کے صالحین بندوں کے… تو ہو مگر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام نہ ہو اور ایسی بات اسلام کبھی برداشت نہیں کرتا کیونکہ خصوصی طور پر سلام آپ ﷺ کے لیے شامل کیا گیا ہے اس حکمت کو… علم نے یوں بیان کیا ہے

امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی (ت، ۷۴۳) تعلیم تشہد پر لکھتے ہیں

وَعَلَّمَهُمْ اَنَّ الدُّعَاءَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَنْبَغِي اَنْ يَكُونَ شَامِلاً لَهُمْ وَ عَلَّمَهُمْ مَا يَعُمُّهُمْ وَ اَمَرَهُمْ بِإِفْرَادِ صَلَوَاتِ اللهِ عَلَيْهِ بِالذِّكْرِ لِشَرَفِهِ وَ مَزِيدِ حَقِّهِ عَلَيْهِمْ وَتَخْصِيصِ اَنْفُسِهِمْ فَإِنَّ الْاِهْتِمَامَ بِهَا اَهَمُّ (۱)

(آپ ﷺ نے اہل ایمان کے لئے ایسی دعا کی تعلیم دی جو تمام کو شامل وعام ہو اور اپنی ذات صلوات اللہ علیہ کے لئے الگ سلام کا حکم دیا اور یہ آپ ﷺ کے شرف اور نمازیوں پر خوب حق کی وجہ سے ہے اور اپنے لئے دعا کیونکہ اس کا اہتمام اہم اور ضروری ہے)

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) نے یہی بات امام بیضاوی کے حوالہ سے لکھی ہے

عَلَّمَهُمْ اَنْ يُفْرِدُوهُ ﷺ بِالذِّكْرِ لِشَرَفِهِ وَمَزِيدِ حَقِّهِ عَلَيْهِمْ (۲)

(رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی اور مسلمانوں پر لازم حق کی وجہ سے آپ ﷺ کے تذکرہ وسلام کا الگ حکم دیا)

(۱) الکاشف، ۲۱۹،۲

(۲) فتح الباری، ۲۵۰،۲

…کی وجہ سے تقدیم

اب یہ سوال اٹھا کہ دعا میں تعلیم یہ ہے کہ پہلے اپنے لیے دعا کی جائے اور پھر …کے لیے جیسے

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴾ (۱)

(اے ہمارے رب مجھے معاف کردے ہمارے والدین کو اور مومنوں کو حساب کے دن)

امام ترمذی نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا …کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ جب کوئی آپ ﷺ سے دعا کے لیے عرض کرتا تو آپ ﷺ پہلے اپنے لیے دعا کرتے (۲)

تو یہاں تشہد میں بھی ایسا ہی ہونا چاہیے تھا کہ پہلے اپنے لیے پھر دوسروں کے لیے دعا کی جاتی لیکن یہاں پہلے اپنے لیے نہیں بلکہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے اس کا جواب دیتے ہوئے محدثین نے لکھا چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس …لئے بارگاہ الٰہی میں وسیلہ ہے اس لیے انہیں مقدم کیا گیا ہے

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کے تحت رقمطراز ہیں کہ اس سے مراد موجود نمازی اور ان کے ساتھ ملائکہ ہیں

وَقَدَّمَ اَنْفُسَهُمْ لِاَنَّهُ اَدَبُ الدُّعَاءِ وَ قَدَّمَ النَّبِيَّ ﷺ لِاَنَّهُ الْوَسِيلَةُ (۳)

(پہلے اپنے کو مقدم کیا کیونکہ دعا کا طریقہ یہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے مقدم کیا اس لئے کہ آپ کی ذات اقدس وسیلہ ہے)

۲۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کا معنی:

تمام ائمہ نے السلام علیک کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ بھی یہی واضح کرتا

(۱) ابراہیم ۱۴: ۴۱

(۲) فتح الباری، ۲۵۰،۲

(۳) مرقاۃ المفاتیح، ۶۲۸،۲

ہے کہ یہ کلمات نماز بطور انشاء ودعا ہی ہیں

اہل علم نے یہ حقیقت بھی آشکار کی ہے کہ تشہد میں حسب درجہ تحیہ وسلام ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ سلام مناسب نہیں بلکہ تحیہ کا لفظ ہے اسی طرح اپنے اوپر اور دیگر صالحین کے لیے دعا ہے اس طرح اس میں رسول اللہ ﷺ کے لیے الفاظ سلام مخصوص ہیں تا کہ اس سے آپ کا مقام وشرف بندے پر آشکار ہو امام بیضاوی اس حقیقت کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّفَرِّدُوْهُ ﷺ بِالذِّكْرِ لِشَرْفِهٖ وَمَزِيْدِ حَقِّهٖ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَلَّمَهُمْ اَنْ يَّخُصُّوْهُ اَنْفُسَهُمْ اَوَّلًا لِاَنَّ الْاِهْتِمَامَ بِهَا اَهَمُّ ثُمَّ اَمَرَهُمْ بِتَعْمِيْمِهِمُ السَّلَامَ عَلَى الصَّالِحِيْنَ اِعْلَامًا مِّنْهُ بِاَنَّ الدُّعَاءَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ شَامِلًا لَّهُمْ (۱)

(مسلمانوں کو تعلیم دی کہ اللہ کا رسول ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تذکرہ الگ کریں پھر انھیں اپنے لئے دعا کا کہا کیونکہ اس سے شروع ہونا اہم ہے پھر تمام صالحین پر سلام کا حکم ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ دعا میں تمام اہل ایمان کو شامل کرنا چاہیے ﷺ کی عظمت اور آپ کے عظیم حق کی وجہ سے جو آپ کو مخلوق پر حاصل ہے (جبکہ مخلوق کا فرض ہے کہ آپ کی تعظیم وتوقیر بجالائے)

زمین وآسمان کے ہر صالح کو دعا کا پہنچنا:

بخاری میں ہے حضور ﷺ نے تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا جب تم یہ کلمات پڑھتے ہو وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر سلام ہو)

اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ الصَّالِحِ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

(تو زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کے ہر صالح بندے کو پہنچتی ہے)

اس کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) امام فاکھانی کے حوالے سے رقمطراز ہیں

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

يَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَّسْتَحْضِرَ فِيْ هٰذَا الْمَحَلِّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَعْنِيْ لِيَتَوَافَقَ لَفْظُهٗ مَعَ قَصْدِهٖ (۱)

(نمازی کو چاہیے کہ وہ اس مقام پر تمام انبیاء، ملائکہ اور اہل ایمان کا ارادہ کرے تا کہ اس کے الفاظ واردہ میں موافقت ہو جائے)

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عالی بھی ہم پر واضح کر رہا ہے کہ کلمات تشہد بطور انشاء ہیں جب تمام حضرات انبیاء ورسل علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے سلام ودعا عرض کیا جا رہا ہے لیکن اس ہستی پر سلام عرض کرنا مقصود ہی نہ ہو جو ان تمام برکات کا وسیلہ عظمیٰ ہے کس قدر افسوس کی بات ہوگی۔

مراد خصوصی سلام ہے:

تشہد کے کلمات میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" اس طرح اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا" دونوں کے مقامات پر السّلام کو معرفہ لانے کی حکمت یہ بیان ہوئی ہے کہ یہاں 'السّلام' سے مراد حسب درجہ مخصوص سلام ہے رسول اللہ ﷺ کے لیے وہ خاص سلام ہے جو حضرات انبیاء علیہم السّلام کے لیے ہوتا ہے اور خود اپنے اوپر سلام سے مراد امتیوں والا سلام ہے

امام بدر الدین عینی نے یہاں سوال اٹھایا ہے

مَا الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي السَّلَامُ عَلَيْكَ ؟

(السلام علیک میں الف لام کون سا ہے؟)

اس کا جواب امام شرف الدین طیبی (ت، ۷۴۳) کے حوالہ سے دیا کہ یہ الف لام عہد ذہنی ہے اور مراد

ذَالِكَ السَّلَامُ الَّذِيْ وُجِّهَ اِلَى الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُتَقَدِّمَةُ مُوَجَّهٌ اِلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

(۲) عمدۃ القاری، ۶، ۱۵۹

(وہ سلام ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کو پیش کیا جاتا ہے تو ایسا سلام اے نبی آپ کی خدمت میں ہو)

اس کے بعد امام حافظ نسفی کے حوالہ سے لکھا یہاں السّلام سے مراد خصوصی سلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج آپ ﷺ پر فرمایا

یَعْنِی اَلسَّلَامُ الَّذِیْ سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیْكَ لَیْلَةَ الْمِعْرَاجِ (۱)

(وہ سلام ہو جو اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر آپ پر کیا)

اہل علم یہ بیان کر رہے ہیں کہ تشہد میں نمازی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں خصوصی سلام عرض کرتا ہے مگر ناداں وکم علم لوگ یہاں سلام عرض کرنا مانتے ہی نہیں

۴۔ یہ کلمات ''دعا'' ہیں:

ان کلمات کے بطور انشاء ہونے پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ یہ کلمات دعا ہیں نہ کہ خبر البتہ بصورت خبر ہیں۔ اس پر اہل علم کی چند تصریحات ملاحظہ کر لیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِذَا قَعَدَ یَدْعُوْ وَ وَضَعَ یَدَهُ الْیُمْنٰی عَلٰی فَخِذِہٖ (۲)

(جب نمازی بیٹھے تو دعا مانگے اور اپنے ہاتھ رانوں پر رکھے)

اس کے تحت محدثین نے لکھا کہ اس حدیث میں تشہد کو دعا سے تعبیر کیا گیا ہے جیسے شھادتین کی وجہ سے اسے تشہد کہا جاتا ہے اس طرح اس میں دعائیہ کلمات کی وجہ سے اسے دعا بھی کہا جاتا ہے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا' تک دعائیہ کلمات ہیں

۱۔ امام شرف الدین حسین بن محمد طیبی (ت، ۷۴۳) نے اسی حقیقت کو اپنے الفاظ میں آشکار کیا ہے

سُمِّیَ الذِّکْرُ الْمَخْصُوْصُ تَشَھُّدُ لِاِشْتِمَالِهٖ عَلٰی کَلِمَتَیِ الشَّھَادَةِ کَمَا سُمِّیَ الدُّعَاءُ لِاِشْتِمَالِهٖ عَلَیْهِ فَاِنَّ

(۱) عمدۃ القاری، ۱۶۰

(۲) مسلم

قَوْلُهٗ سَلَامٌ عَلَیْكَ وَ سَلَامٌ عَلَیْنَا دُعَاءٌ عُبِّرَ عَنْهُ بِلَفْظِ الْاَخْبَارِ لِمَزِیْدِ التَّاکِیْدِ (۱)

(ذکر مخصوص کا نام تشہد اس لئے ہے کہ یہ دو شہادتوں پر مشتمل ہے جیسے اس کا نام دعا بھی ہے کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ سے لے کر اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا تک دعائیہ کلمات ہیں البتہ مزید تاکید کے لئے الفاظ خبر لائے گئے ہیں)

حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۳) الفاظ حدیث اِذَا قَعَدَ یَدْعُوْ کی تشریح میں لکھتے ہیں التشہد دعا ہے

لِاِشْتِمَالِهٖ عَلَیْهِ اِذْ مِنْ جُمْلَتِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِلَی الصَّالِحِیْنَ وَھٰذَا کُلُّهٗ دُعَاءٌ وَاِنَّمَا عُبِّرَ عَنْهُ بِلَفْظِ الْاَخْبَارِ لِمَزِیْدِ التَّاکِیْدِ (۲)

(یہ اس پر مشتمل ہے کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ سے لیکر صالحین تک تمام دعا ہے ہاں مزید تاکید کے لئے لفظ خبر سے تعبیر کر دی)

اب یہ کلمات دعا ہیں تو اب انشاء تسلیم نہ کرنا ظلم کے سوا کچھ نہیں

۵۔ اہل علم کا سوال:

اس موقعہ پر اہل علم نے جو سوال اٹھایا ہے وہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ اسے بطور انشاء ہی پڑھا جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ یہاں سیاق کا تقاضا یہ تھا کہ کلمات غائبہ سے ان کو پیش کیا جاتا پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں پھر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پھر اپنی ذات پر اور پھر دیگر صالحین پر لیکن یہاں تو حضور ﷺ کے سلام کے لیے خطاب کے الفاظ ہیں ایسا کیوں؟

امام شرف الدین حسین بن محمد الطیب (ت، ۷۴۳) نے یہ سوال یوں کیا

فَاِنْ قُلْتَ مَا مَعْنٰی قُلْنَا سَلَامٌ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ عَلَی الْخِطَابِ وَھَلَّا جِیْءَ بِهَا عَلَی الْغَیْبَةِ وَھِیَ عَلٰی

(۱) الکاشف عن حقائق السنن، ۲، ۲۱۷

(۲) مرقاۃ المفاتیح، ۲، ۶۲۵

الظَّاهِرِ سِيَاقًا لِيَنْقُلَ مِنْ تَحِيَّةِ اللهِ تَعَالٰى اِلٰى تَحِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّفْسِ ثُمَّ يَعُمُّ الصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِهٖ (۱)

(اگر تم سوال کرو کہ بطور خطاب کلمات سلام کہہ رہے ہیں حالانکہ الفاظ غائب کا ہونا ضروری تھا کیونکہ ظاہری سیاق کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تحیہ کے بعد نبی ﷺ کے لئے تحیہ پھر اپنے اور پھر نیک بندوں کے لئے تحیہ ہو)

کیا اس سوال میں اہل علم نے تصریح نہیں کی کہ یہاں مقصود حسب درجہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور اولیاء کی خدمت میں سلام نیاز عرض کرنا ہے اگر یہ کلمات بطور حکایت ہوتے تو یہ سوال ہی پیدا نہ ہوتا

اسی اعتراض کو حافظ ابن حجر عسقلانی (ت،۸۵۲) نے خوب کھول کر بیان کیا ہے

فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ شُرِعَ هٰذَا اللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ كَوْنِهٖ مَنْهِيًّا عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهٖ ﷺ فَاِنْ قِيْلَ فَمَا الْحِكْمَةُ فِي الْعُدُوْلِ عَنِ الْغَيْبَةِ اِلٰى خِطَابٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ مَعَ اَنَّ لَفْظَ الْغَيْبَةِ هُوَ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ السِّيَاقُ كَاَنْ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَيَنْتَقِلُ مِنْ تَحِيَّةِ اللهِ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ اِلٰى تَحِيَّةِ النَّفْسِ ثُمَّ اِلَى الصَّالِحِيْنَ (۲)

(اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ الفاظ ایک انسان کے ساتھ خطاب و گفتگو ہے جو نماز میں منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ رسول ﷺ کا خاصہ ہے اگر یہ سوال ہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ میں غائب سے خطاب کی طرف جانے کی حکمت کیا ہے؟ حالانکہ الفاظ غائب کا تقاضا سیاقِ کلام میں موجود ہے کہ الفاظ یوں ہوتے السَّلَامُ علی النبی پھر

(۱) الکاشف، ۲، ۳۲۲

(۲) فتح الباری، ۲، ۲۵۰

اللہ تعالیٰ کے تحیہ سے نمازی تحیہ نبی کی طرف پھر اپنے لئے اور پھر تمام صالحین کے تحیہ کی طرف جاتا ہے)

۶۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں سلام قرار دیا:

ان کلمات کے بطور انشاء پڑھے جانے پر نہایت ہی اہم دلیل یہ بھی ہے کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوپر سلام قرار دیا اگر ان کلمات کو بطور حکایت ہی پڑھا جانا ہوتا تو آپ ﷺ انہیں اپنے اوپر سلام قرار نہ دیتے حالانکہ حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے فرمایا، صلاۃ یہ ہے اور سلام وہی ہے جو تم سیکھ چکے ہو

مسلم میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ ہیں کہ جب ہم نے آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا طریقہ پوچھا تو آپ نے ہمیں درود ابراہیمی کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا

وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ (۱)

(اور سلام کا طریقہ وہی ہے جو تم پہلے جانتے ہو)

ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ

اَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْتُمْ (۲)

سلام کا طریقہ تم پہچان چکے ہو

اگر یہ کلمات 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' بطور انشاء نہیں بلکہ بطور حکایت ہیں تو پھر انہیں رسول اللہ ﷺ کا اپنے اوپر سلام قرار دینا کیسے مناسب ہے؟

جب آپ ﷺ نے انہیں اپنے لیے سلام قرار دیا ہے تو ہمیں بھی دل و جان سے اسے تسلیم کرنا ہوگا

۷۔ پہلے سلام آچکا ہے:

ان کلمات کے بطور انشاء ہونے پر ایک اہم دلیل یہ بھی ہے کہ اہلِ علم خصوصاً امام نووی نے جب لکھا کہ فقط صلاۃ پر اکتفا مناسب نہیں

(۱) القول البدیع، ۱۰۱

قَدْ نَصَّ الْعُلَمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى كَرَاهَةِ الْاِقْتِصَارِ عَلَى الصَّلَاةِ عَلَيْهِ ﷺ مِنْ غَيْرِ تَسْلِيْمٍ (۱)

(اہلِ علم رضی اللہ عنہم نے اس پر تصریح کی کہ سلام کے بغیر صلاۃ پر اکتفاء مکروہ و ناپسند ہے)

اس پر اعتراض ہوا کہ نماز کے آخری تشہد میں صلاۃ ہے لیکن اس کے ساتھ سلام نہیں اس کا جواب اہل علم نے یہ دیا ہے

اِنَّ السَّلَامَ تَقَدَّمَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِيْ كَلِمَاتِ التَّشَهُّدِ وَهُوَ قَوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(کہ کلمات تشہد میں پہلے سلام ان الفاظ میں آچکا ہے، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ)

جب تمام اُمت کے اہلِ علم اسے حضور پر سلام قرار دے رہے ہیں تو تبھی درست ہوگا جب ان کلمات کو بطور انشاء پڑھا جائے اگر یہ کلمات بطور حکایت ہوتے تو یہ لوگ انہیں سلام قرار نہ دیتے حالانکہ انہوں نے انہیں سلام قرار دیا ہے جو آشکار کر رہا ہے کہ نماز میں یہ کلمات بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء ہیں

پھر سب سے لطف کی بات یہ ہے کہ خود رسول ﷺ نے انھیں اپنے اوپر سلام قرار دیا اگر ہم اسے سلام تسلیم نہیں کرتے تو کہیں ایمان سے ہی ہاتھ نہ دھو بیٹھیں

۸۔ بطور انشاء پڑھنے پر ایک اہم دلیل:

اس بات پر تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ جب آیت مبارکہ 'اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ' نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) اس آیت میں ہمیں دو چیزوں صلاۃ و سلام کا حکم ہے آپ کی خدمت میں سلام کا طریقہ تو ہم نے تشہد کے ذریعے بصورت ''

(۱) شرح مسلم، ۱: ۱۶۰

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' سیکھ لیا ہے اب آپ ہمیں صلاۃ کے طریقے سے [illegible]ئیں تو آپ ﷺ نے ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ'' کی تعلیم دی

امام احمد، بخاری، نسائی، ابن ماجہ اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا السَّلَامُ عَلَيْكَ قَدْ عَلِمْنَاهُ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ؟ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ (۱)

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ پر سلام کا طریقہ تو معلوم ہوگیا ہے صلاۃ کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا یوں کہا کرو، ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ''

[illegible]ی، امام بیہقی کے حوالہ سے صحابہ کے جملہ ''ہم نے سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا [illegible] کا طریقہ کیا ہے کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

مَا عَلَّمَهُمْ اِيَّاهُ فِي التَّشَهُّدِ مِنْ قَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ فَيَكُوْنُ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِمْ فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَيْ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

سلام سے مراد وہی سلام ہے جو آپ ﷺ نے انہیں حالت تشہد میں (یوں سکھایا تھا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہم صلوۃ کس طرح پڑھیں؟ سے مراد وہ صلاۃ ہے جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے)

[illegible] امام ابن حجر عسقلانی کی تائید ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں

قَالَ شَيْخُنَا وَ تَفْسِيْرُ السَّلَامِ بِذٰلِكَ هُوَ الظَّاهِرُ (۲)

(ہمارے استاذ (ابن حجر) نے فرمایا سلام کی تفسیر مذکورہ کلمات سے کرنا ہی مختار و ظاہر ہے)

مذکورہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ صحابہ اللہ تعالیٰ کے حکم مبارک ''سَلِّمُوْا'' پر [illegible]تے ہوئے نماز میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے کلمات پڑھا [illegible] اگر بطور خبر و حکایت انہیں پڑھا جائے تو اس حکم پر عمل ہی نہ ہوگا، اس حکم پر عمل

[illegible] الدر المنثور، ۶: ۶۴۹

بصورتِ انشاء پڑھنے میں ہی ہے صحابہ کا یہ کہنا کہ نماز میں ہمیں سلام عرض کرنے کا طر
آ گیا ہے آپ ہمیں صلوۃ کا طریقہ بتا دیں واضح طور پر بتا رہا ہے کہ وہ اسے بطور انشاء ا
پڑھا کرتے تھے نہ کہ بطور حکایت۔

فصل:

اقوالِ علماءِ اُمت

ہم یہاں اُمت کے مسلّمہ بزرگوں کے اقوال ذکر کیے دیتے ہیں جنہوں نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ یہ الفاظ بھی دیگر نماز کی طرح بطور انشاء ہی پڑھے جائیں نہ کہ بطور حکایت

۱۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (ت۔۵۰۵) نماز کے ہر عمل کے وقت حضورِ قلب کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے نمازیو! جب تم حالتِ نماز میں تشہد پڑھتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ پر پہنچو

وَاحْضِرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِيَّ ﷺ وَ شَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَ قُلْ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" وَلْيَصْدُقْ اَمَلُكَ فِیْ اَنَّهُ يَبْلُغُهُ وَ يَرُدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ اَوْفٰى مِنْهُ (۱)

(تو اپنے دل میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کی ذاتِ مبارکہ کو حاضر سمجھ کر عرض کرے نبی محترم! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکات کا نزول ہو اور اس بات کی امید بھی رکھو کہ ہمارا سلام آپ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس کے بہتر جواب سے نوازتے ہیں)

۲۔ امام علاؤ الدین الحصکفی تنویر الابصار کی شرح درمختار میں رقم طراز ہیں

وَ يُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيْهَا مُرَادَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِ

(الانشاء) كَاَنَّهٗ يُحَيِّ اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَاَوْلِيَاءِهٖ لَا (الاخبار) عَنْ ذَالِكَ وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّ ضَمِيْرَ عَلَيْنَا لِلْحَاضِرِيْنَ لَا حِكَايَةَ سَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى (۱)

(نمازی الفاظِ تشہد کے معانی کا ارادہ کر کے ان کو بطریق انشاء کہے گویا نمازی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کر رہا ہے اور اپنی طرف سے اپنے نبی پر اور اپنی ذات پر اور اولیاء پر سلام کہہ رہا ہے یہ الفاظ کہتے وقت اس واقعہ کی خبر کی حکایت کا ارادہ نہ ہو جو شب معراج ہوا)

۳۔ امام عبدالوہاب الشعرانی، شیخ علی الخواص کے حوالے سے لکھتے ہیں

سَمِعْتُ سَيِّدِيْ عَلِيَّ الْخَوَاصَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَقُوْلُ اِنَّمَا اَمَرَ الشَّارِعُ لِلْمُصَلِّيْ بِالصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ لِيُنَبِّهَ الْغَافِلِيْنَ فِيْ جُلُوْسِهِمْ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى شُهُوْدٍ فِيْ تِلْكَ الْحَضْرَةِ فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا فَيُخَاطِبُوْنَهٗ بِالسَّلَامِ مُشَافَهَةً (۲)

(میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا کہ شارع حقیقی نے (قعدہ) تشہد میں نمازی کو رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادی کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اِس بارگاہ میں اُن کے نبی ﷺ تشریف فرما ہیں اور وہ کبھی بھی اللہ کی بارگاہ سے جدا نہیں ہوتے تو نمازی نبی کریم ﷺ کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرے۔)

۴۔ امام بدرالدین عینی (۸۵۵) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) تشہد میں سلام پر گفتگو کرتے ہوئے کہتے ہیں

(۱) الدر المختار، ۱: ۱۷۷

وَ يَحْتَمِلُ اَنْ يُقَالَ عَلٰى طَرِيْقِ اَهْلِ الْعِرْفَانِ اَنَّ الْمُصَلِّيْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ بِالتَّحِيَّاتِ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ فِيْ حَرِيْمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاةِ فَنُبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ ذَالِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَ بَرَكَاتِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ قَائِلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (۱)

(اہلِ معرفت کے طریقہ پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کیساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہ میں داخلہ کی اجازت مل گئی ان کی آنکھیں فرحت مناجات سے ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں اس بات پر تنبیہ کی گئی کہ بارگاہ خداوندی میں جو انہیں شرف باریابی حاصل ہوا ہے یہ سب نبی رحمت کی برکت ومتابعت کے سبب ہے نمازیوں نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر نظر اٹھائی تو حبیب کو اپنے محبوب تعالیٰ کے حرم میں موجود پایا تو حضور کو دیکھتے ہی عرض کرنے لگے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) حضور ﷺ کی اس شانِ علمی کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں

''ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً در حالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں احوال بیشتر قوی تر است وبعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بہ انوار قرب واسرار

معرفت متنور وفائز گردد" (۱)

"اور حضور ﷺ ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال وواقعات خصوصاً حالتِ عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت اور انکشاف کا وجود اس مقام میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقتِ محمدیہ ﷺ تمام موجودات کے ذرات اور افرادِ ممکنات میں جاری وساری ہے پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس کے معنی سے آگاہ رہے اور حضور ﷺ کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے روشن اور فیضیاب ہو"

۶۔ علامہ محمد عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ (ت، ۱۳۰۴) اپنے والد گرامی العلام مولانا عبدالحلیم لکھنوی کے مقالہ، نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن، کے حوالے سے رقم طراز ہیں

اَلسِّرُّ فِیْ خِطَابِ التَّشَهُّدِ (اَیْ فِیْ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ") اَنَّ الْحَقِیْقَةَ الْمُحَمَّدِیَّةَ كَاَنَّهَا سَارِیَةٌ فِیْ كُلِّ وُجُوْدٍ وَحَاضِرٌ فِیْ بَاطِنِ كُلِّ عَبْدٍ وَ اِنْكِشَافُ هٰذِهِ الْحَالَةِ عَلَى الْوَجْهِ الْاَتَمِّ فِیْ حَالَةِ الصَّلٰوةِ فَحَصَلَ مَحَلُّ الْخِطَابِ وَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْمَعْرِفَةِ اَنَّ الْعَبْدَ لَمَّا تَشَرَّفَ بِثَنَاءِ اللهِ فَكَاَنَّهٗ فِیْ حَرِیْمِ الْحَرَمِ الْاِلٰهِیِّ وَ نَوَّرَ بَصِیْرَتَهٗ وَ وَجَدَ الْحَبِیْبَ حَاضِرًا فِیْ حَرَمِ الْحَبِیْبِ فَاَقْبَلَ عَلَیْهِ وَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ (۲)

(خطاب تشہد یعنی التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کہنے کا راز یہ

(۱) اشعة اللمعات: ۱،۴۰۱

ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری وساری اور ہر بندہ کے ظاہر وباطن میں حاضر وموجود ہے۔ اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز ہوتا ہے۔ لہذا اہل خطاب حاصل ہوگیا۔ اور بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ بندہ جب ثناء الٰہی سے مشرف ہوا تو اسے حرم الٰہی میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت کو خوب روشن کر دیا گیا حتی کہ اس نے حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پایا۔ فوراً ان کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ (اے نبی ﷺ آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں)

شیخ احمد الطحطاوی (ت۔ ۱۳۲۰) حاشیہ مراقی الفلاح میں ان الفاظ کو بطور حکایت وخبر پڑھنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَیَقْصِدُ الْمُصَلِّیْ اِنْشَاءَ بِهٰذِهِ الْاَلْفَاظِ مُرَادَةً لَهٗ قَاصِدًا مَعْنَاهُ الْمَوْضُوْعَةَ لَهٗ مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى وَ یُسَلِّمُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ وَ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ اَوْلِیَاءِ اللهِ تَعَالٰى خِلَافًا لِمَا قَالَهٗ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ حِكَایَةُ سَلَامِ اللهِ لَا اِبْتِدَاءُ سَلَامٍ مِنَ الْمُصَلِّیْ (۱)

(نمازی ان الفاظ کے مرادی معانی کو ذہن میں رکھ کر ان کو پڑھے یعنی اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ مقدسہ میں عاجزی وانکساری کا اظہار کرے اور نبی ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے پھر اپنی ذات پر اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر، ان لوگوں کی مخالفت کرے جو کہتے ہیں یہ الفاظ بطور حکایت اللہ کا سلام ہے یہ نمازی کی طرف سے سلام نہیں ہے)

حضرت ملا علی قاری (ت۔ ۱۰۱۴) تشہد پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

بَلْ وَ یُمْكِنُ فِیْ شَرْعِ اَهْلِ الْعِرْفَانِ وَ نَقُوْلُ الصَّلَوَاتُ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَا تُعُوْرِفَ مِنَ الْاَرْكَانِ

الْمَخْصُوصَةِ وَالطَّيِّبَاتُ عَلٰى اَنَّهَا خَالِصَةٌ لِوَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى مُخْلِصَةٌ كَمَا قَالَ تَعَالٰى اِنَّ صَلٰوتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ وَجِ تَقْرِيْرُ وَجْهِ الْخِطَابِ فِي السَّلَامِ اَنَّهُمْ اِسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ وَ اسْتَأْذَنُوْا بِالتَّحِيَّاتِ عَلَى الْوُلُوْجِ كَاَنَّهُمْ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ فِيْ حَرِيْمِ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاةِ كَمَا وَرَدَ وَ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ وَاَرِحْنَا يَا بِلَالُ فَاَخَذُوْا فِي الْحَمْدِ وَالثَّنَاءِ وَ التَّحْمِيْدِ وَ طَلَبِ الْمَزِيْدِ وَ شَغَفُوْا لِحَاجَاتِهِمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ فَنُبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ هٰذَا الْمِنَحَ وَالْاَلْطَافَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَ بَرَكَاتِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ مُسَلِّمِيْنَ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ (۱)

(اہل معرفت کے طریق پر ہم یہاں یہ گفتگو کر رہے ہیں الصلوات سے مراد ارکان مخصوصہ ہیں اور پاکیزگیاں بھی اس کے لئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے) اب السلام علیک کے خطاب کی تقریر کچھ یوں ہوگی جب نمازی ملکوت کا دروازہ کھلواتے ہیں اور التحیات کے ذریعے حرم میں جانے کی اجازت طلب کرتے ہیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈک پاتی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز، اے بلال نماز کے ذریعے ہمیں آرام دو۔ تو نمازی اللہ کی حمد وثناء اور مزید لطف کے طلبگار ہوتے ہیں تو انہیں آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ لطف وکرم اس نبی رحمت پر ان کی غلامی اور واسطہ کے طفیل ہوا ہے وہ متوجہ ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں اپنے

حبیب کے حرم میں موجود ہیں تو وہ یوں سلام عرض کرتے ہیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ)

عارف کامل شیخ شہاب الدین سہروردی نمازی کو یہ کلمات کہتے وقت ادب کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں

وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَيُمَثِّلُهٗ بَيْنَ عَيْنَيْ قَلْبِهٖ (۱)

(نمازی اپنے نبی ﷺ کو سلام عرض کرتے ہوئے آپ کو دل کی آنکھوں کے سامنے محسوس کرے)

امام الاولیاء امام ابو العباس احمد بن عطاء اللہ سکندری (ت، ۷۰۹) (جن کے علم ومعرفت پہ تمام اولیاء اور محدثین کا اتفاق ہے) اپنی کتاب تاج العروس میں نماز ادا کرنے والے کو سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں

اِذَا دَخَلْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّكَ تُنَاجِي اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى وَ تُكَلِّمُ رَسُوْلَهٗ ﷺ، لِاَنَّكَ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ وَلَا يُقَالُ اَيُّهَا الرَّجُلُ عِنْدَ الْعَرَبِ اِلَّا لِمَنْ يَّكُوْنُ حَاضِرًا (۲)

(جب تم نماز میں داخل ہوتے ہو تو تم اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مناجات ودعا اور اس کے رسول ﷺ سے ہم کلام ہو رہے ہوتے ہو کیونکہ تم کہہ رہے ہوتے ہو اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکات کا نزول ہو اور عربوں کے ہاں ایہا الرجل اسے ہی کہا جاتا ہے جو سامنے موجود ہو)

علامہ محقق دوانی اس کی تائید میں کہتے ہیں

"وتحقیق دریں مقام آں است کہ باطباق اصحاب نظر وبرهان واتفاق ارباب شھود وعیان نخستیں گوھریکہ بامر کن فیکون بوسیلہ قدرت وارادہ بیچون از دریائے غیب مکنون بساحل شھادت آمد جوھر بسیط نورانی بود کہ بعرف حکماء آنرا عقل اول خوانند تعبیر ازاں بقلم اعلیٰ رختہ واکابر آئمہ کشف وتحقیق آنرا حقیقت محمدیہ خوانند وآں جوھر نورانی خودرا مبدع خود را وہرچہ

از مبدع بتوسط صادر تواندہ شد از افراد موجودات چنانکہ بود ست و خواند بود و دید انست وتمام حقائق اعیان بر سبیل انطوائے علمی در حقیقت او مندرج ومندمج بود ھم چناں دانہ مشتمل است بنوع از اشتمال بر اغصان و حدائق واثمار موجودات در معاد عینی بر تلوھماں ترتیب کہ در آں جوھر مستکن است از قوت مظہر فعل از کتم غیب بقضائے شھودی آیند یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب" (۱)

(اس مقام پر تحقیق کلام یہ ہے کہ تمام اصحاب نظر و برہان اور ارباب شہود و عیاں اس بات پر متفق ہیں کہ "بوسیلہ قدرت وارادہ خدائے قدوس امر کن فیکون" سے سب سے پہلے جو گوہر مقدس دریائے غیب مکنون سے ساحل شہود پر آیا وہ جوہر بسیط نورانی تھا جسے عرف حکماء میں عقل اول کہا جاتا ہے اور بعض احادیث میں قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اکابر آئمہ کشف و تحقیق اسے حقیقت محمدیہ کہتے ہیں، اس جوہر نورانی نے اپنے کو اور ان تمام افراد موجودات کو موجود بتوسط کیا جو اس جوہر نورانی کے خالق بے مثال سے صادر ہو سکتے ہیں جس طرح وہ افراد موجودات پہلے تھے اور اب ہیں اور اب آئندہ ہونگے سب کو جملہ کیفیات کے ساتھ بتمام وکمال جان لیا اور تمام حقائق موجودات بطور نوائے علمی اس جوہر حقیقت محمدی نورانی میں مندرج اور مخفی ہیں۔ جس طرح دانہ ایک خاص طریقہ سے شاخوں، پتوں اور پھل پر مشتمل ہوتا ہے۔ کل افراد موجودات اسی ترتیب کے موافق اس جوہر بسیط نورانی میں پوشیدہ ہیں کمیں گاہ قوت سے جلوہ گاہ اور سر پردہ غیب سے میدان شہود میں بصورت مراد خارجیہ ظہور پذیر ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اُم الکتاب اس کے پاس ہے)

۱۲۔ پیشوائے اہل حدیث نے بھی یہی لکھا ہے

علامہ صدیق حسن خان بھوپالی (جو اہل حدیث حضرات کے ہاں امام کا درجہ رکھتے ہیں) نے جو کچھ اس مقام پر لکھا وہ بھی اس کی تائید کر رہا ہے۔ ان کے الفاظ تقریباً وہی ہیں جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی والے ہی ہیں

"آن حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادات ونورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر قوی تر است و بعضی از عرفاء قدس سرھم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلاۃ والسلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آں حضرت ﷺ در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شھود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرار معرفت منور و فائض گرد و آری شعر در راہ عشق قرب و بعد نیست بیمسنت عیاں ودعائے فرستمت" (۱)

(حضور ﷺ ہمیشہ تمام احوال وواقعات میں مسلمانوں کے نصب العین عبادات گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں خصوصا حالت عبادات میں کیونکہ اس موقعہ پر نورانیت وقوی انکشاف بہت ہوتے ہے بعض اہل معرفت قدس سرہم فرماتے ہیں کہ السلام علیك ایها النبی خطاب کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت محمدی علیہ الصلاۃ والسلام کائنات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ایک ایک فرد میں جاری وساری اور جلوہ گر ہے تو حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور تشریف فرما ہیں تو نمازی کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیے اور اس مشاہدہ سے غافل نہیں رہنا چاہئے تا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے نور سے منور و مستفیض ہوا جا سکے تو یہ شعر یاد کرلو عشق کی راہ میں دور ونزدیک ہوتا ہی نہیں اے محبوب میں تجھے دیکھ رہا ہوں اور تجھ سے عرض کر رہا ہوں)

ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ آج ہمیں ضدیں اور آپس کی لڑائیاں لے ڈوبی ہیں اگر ہم اپنے بزرگوں کو پڑھتے تو ہم کبھی بھی اس طرح فتویٰ بازی نہ کرتے

(۱) مسک الختام شرح بلوغ المرام، ۱، ۲۴۴

۱۳۔ **صاحب تبلیغی نصاب:**

صاحب تبلیغی نصاب مولانا زکریا سہارنپوری (ت۔ ۱۴۰۲) نے بھی اس حقیقت کو یوں آشکار کیا۔

وَعَلٰی هٰذَا التَّوْجِیْهِ فَالْكَافُ اِبْقَاءُ لِلْحِكَايَةِ عَلٰى اَصْلِهَا وَلٰكِنْ يَّنْبَغِيْ اَنْ يَّقْصُدَ بِكَلَامِهٖ هٰذَا حِيْنَئِذٍ الْاِنْشَاءَ لَا مُجَرَّدُ الْحِكَايَةِ فَعُلِمَ بِهٰذَا اَنَّ لِلْمَشَائِخِ فِيْ تَوْجِيْهِ الْخِطَابِ ثَلٰثَةَ اَقْوَالٍ مُجَرَّدُ الْاِتِّبَاعِ وَ كَوْنُ الْحَبِيْبِ فِيْ حَرِيْمِ الْحَبِيْبِ وَ حِكَايَةُ مَا فِي الْمِعْرَاجِ عَلٰى طَرِيْقِ الْاِنْشَاءِ (۱)

(اس توجیہ پر کاف خطاب، حکایت کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے لئے ہے کہ اس وقت نمازی ان الفاظ میں انشاء سلام کا قصد و ارادہ کرے محض حکایت کا ارادہ ہرگز نہ ہو اس سے معلوم ہو گیا کہ خطاب کی توجیہ میں مشائخ کے تین اقوال ہیں محض اتباع، حبیب کریم کا حریم حبیب میں موجود ہونا اور بطریق انشاء واقعہ معراج کی حکایت کرنا)

۱۴۔ اقوال کا اختتام امام فخر الدین رازی (ت: ۶۰۶) کے ان جملوں پر کرتے ہیں۔ تشہد نماز کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ يَصْعَدُ نُوْرُ رُوْحِكَ وَيَنْزِلُ نُوْرُ رُوْحِ مُحَمَّدٍ فَيَتَلَاقَى الرُّوْحَانِ، وَيَحْصُلُ هُنَاكَ الرَّوْحُ وَالرَّاحَةُ وَالرَّيْحَانُ فَلَا بُدَّ لِرُوْحِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مِنْ مَّحْمَدَةٍ وَ تَحِيَّةٍ فَقُلِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (۲)

(پھر اس مقام پر تمہارے روح کا نور بلند ہو گا اور روح محمدی کے نور کا نزول ہو گا اور دونوں روحوں میں ملاقات ہو گی اور وہاں سکون و راحت اور خوشیاں حاصل ہوں گی، تو اب سیدنا محمد ﷺ کی روح کے لیے ہماری طرف سے حمد اور تحفہ ضروری ہے تم کہو "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ")

فصل:

نماز میں سلام خطاب آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

آئمہ اُمت نے تشہد میں سلام خطاب کی بنا پر ہی یہ تصریح کی ہے کہ نمازی کا نماز میں آپ کو بصورت خطاب سلام عرض کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، یہی وجہ ہے اگر نمازی کسی اور کو نماز میں سلام کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن اگر آپ ﷺ کو سلام عرض نہ کرے تو نماز مسترد ہو جاتی ہے اگر یہ سلام بطور خبر و حکایت ہو جیسے مخالفین کہتے ہیں تو پھر اسے آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دینا سوائے جہالت کے کچھ نہ ہو گا حالانکہ یہ تمام لوگ اُمت کے امام ہیں تو بالیقین ماننا پڑے گا کہ یہاں سلام بطور انشاء ہی ہے ہم یہاں چند بزرگوں کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں

۱۔ امام جلال الدین سیوطی (ت۔ ۹۱۱) نے باقاعدہ آپ کی اس "خصوصیت" پر باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے

بَابُ اِخْتِصَاصِهٖ ﷺ بِاَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُهٗ سَائِرَ النَّاسِ (۱)

(حضور ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ نمازی دوران نماز آپ سے مخاطب ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے حالانکہ نمازی کسی اور سے مخاطب ہو نہیں سکتا)

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی (ت۔ ۱۱۲۲) آپ ﷺ کی اس خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

(۱) الخصائص الکبری: ۲۔ ۲۵۳

مِنھَا اَنَّ الْمُصَلِّیْ یُخَاطِبُہٗ بِقَوْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَلَا یُخَاطِبُ غَیْرَہٗ (۱)

(آپ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ کی خدمت میں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ' کہہ کر سلام عرض کرتا ہے اور آپ کی علاوہ کسی کو مخاطب نہیں کرسکتا)

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (ت۔۹۴۲) آپ ﷺ کے خصائص فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

اَلرَّابِعَۃُ وَبِاَنَّ الْمُصَلِّیْ یُخَاطِبُہٗ بِقَوْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ وَلَا یُخَاطِبُ سَایِرَ النَّاسِ وَھُوَ ثَابِتٌ فِیْ حَدِیْثِ التَّشَھُّدِ وَ مُخَاطَبَۃُ النَّبِیِّ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَۃٌ عَلَی الصَّحِیْحِ (۲)

(چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں مخاطب ہوکر سلام عرض کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ حالانکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو نماز میں مخاطب نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات حدیث تشہد سے ثابت ہے کہ نماز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہوکر سلام عرض کرنا صحیح قول کے مطابق لازم ہے)

۴۔ شیخ محمد شمس الحق رقمطراز ہیں

فَاِنْ قِیْلَ کَیْفَ شُرِعَ ھٰذَا اللَّفْظُ وَھُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ کَوْنِہٖ مَنْھِیًّا عَنْہُ فِی الصَّلٰوۃِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِہٖ ﷺ (۳)

(اگر یہ سوال کیا جائے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کیسے مشروع وجائز ہوسکتا ہے حالانکہ یہ ایک انسان سے خطاب ہے اور خطاب بشر نماز

---

(۱) المواہب اللدنیہ۔ ۲:۶:۹۷
(۲) سبل الھدی والرشاد: ۱۰۔۴۵۱

میں ممنوع و ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے)

امام ابوحفص عمر علی المعروف ابن الملقن علیہ الرحمہ (ت،۸۰۴) خصائص میں ذکر کرتے ہیں کہ ایک خاصہ آپ ﷺ کا یہ بھی ہے

یُخَاطِبُہٗ الْمُصَلِّیْ بِقَوْلِہٖ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَلَا یُخَاطِبُ سَایِرَ النَّاسِ (۱)

(نمازی ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'' کے کلمات کے ساتھ آپ ﷺ سے خطاب (سلام) کرسکتا ہے مگر کسی دوسرے سے مخاطب نہیں ہوسکتا)

امام قطب الدین الخیضری (ت۔۸۹۰) آپ ﷺ کا یہی خاصہ مذکورہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں

کَذَا قَالَہُ الشَّیْخَانِ وَ ھُوَ ثَابِتٌ فِی التَّشَھُّدِ وَ مُخَاطَبَتُہٗ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَۃٌ ھٰذَا ھُوَ الصَّوَابُ (۲)

(اسی طرح شیخین (امام رافعی ونووی) نے کہا اور یہ حدیث تشہد سے ثابت ہے اور ان کلمات سے آپ ﷺ کو سلام عرض کرنا لازم ہے اور درست رائے بھی یہی ہے)

حضرت ملاعلی قاری (ت۔۱۰۱۴) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں

اِذْ اَجْمَعَ الْاَرْبَعَۃُ عَلٰی اَنَّ الْمُصَلِّیْ یَقُوْلُ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَاَنَّ ھٰذَا مِنْ خُصُوْصِیَاتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ خَاطَبَ مُصَلٍّ اَحَدًا غَیْرَہٗ وَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ بَطَلَتْ صَلَاتُہٗ (۳)

---

(۱) غایۃ السول فی خصائص الرسول۔ ۲۷۳
(۲) اللفظ المکرم بخصائص النبی المعظم۔ ۳۵۰

(چاروں خلفاء راشدین اس پر متفق ہیں کہ نمازی ایھا النبی ہی پڑھے اور
یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہے کیونکہ اگر نمازی کسی دوسرے شخص سے
مخاطب ہو کر سلام کہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی)

اہم نوٹ:

یاد رہے یہ خصوصیت تب بنے گی جب یہ سلام بطور انشاء ہو اگر بطور حکایت
یہ خصوصیت نہیں بن سکتی بلکہ اس پر اعتراض ہی وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت
خطاب ہی نہیں لیکن آپ نے دیکھ لیا ان تمام اہل علم نے واضح کیا کہ نمازی اس موقع
سلام عرض کر رہا ہوتا ہے چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہے لھذا نماز فاسد نہ
اگر وہ ایسا عمل کسی اور سے کرتا تو نماز فاسد ہو جائے گی جب کہ نماز حضور کو مخاطب کر
سلام عرض کرنے سے مقبول ہوتی ہے تو نماز سے باہر اسے ناجائز کہنا اور اس سے منع
سوائے جہالت کے کچھ نہیں

مزید تائید:

اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر آپ ﷺ حالتِ نماز میں یاد فرما
تو فی الفور حاضر ہو جانا لازم و فرض ہے اور آپ سے ہم کلامی کے باوجود نماز باطل نہیں ہو
امام بخاری نے صحابی رسول حضرت ابو سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا
میں نماز ادا کر رہا تھا رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے مجھے یاد فرمایا
فراغت کے بعد خدمت میں آیا، عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ دیر اس لیے ہوئی کہ

اِنِّی کُنْتُ اُصَلِّی
میں نماز ادا کر رہا ہوں

آپ ﷺ نے فرمایا

اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ تَعَالٰی اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (۱)

(کیا اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں کہ اللہ اور رسول کے بلانے پر فی الفور حاضر ہو جاؤ)
اسی طرح کا واقعہ امام ترمذی نے صحابی رسول حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے نقل کیا (۱)

نماز کا نہ ٹوٹنا:

تمام فقہاء اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ ایسی صورت میں نماز باطل نہ ہو گی امام
زرقانی نے اختلاف ذکر کرنے کے بعد فیصلہ دیا

اَلْمُعْتَمَدُ فِی الْمَذْھَبَیْنِ اَلصِّحَّةُ (۲)
(دونوں مذاہب میں مختار یہی ہے کہ نماز صحیح رہے گی)
قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نے بھی اسی قول کو مختار کہا ہے (۳)

اعتراضات کا ازالہ:

کچھ لوگ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کے کلمات کو بطور انشاء پڑھنا مانتے
ہیں مگر وہ حضور ﷺ کی بطور علم موجودگی نہیں مانتے مثلاً شیخ سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں
یہ حکایت محض حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء و دعا ہے اس پر در مختار اور اَلدُّرُّ
المختار، عالمگیری اور اوجز المسالک کا حوالہ بھی دیا پھر اہل معرفت کا قول امام عینی اور
اہل علم کے حوالہ سے نقل کر کے لکھا
تصوف اور تعرف کے اس شارحانہ یا عارفانہ نکتہ سے بھی ثابت ہوا کہ آں
حضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہوتے بلکہ نمازی کو خود کمال پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے
اور اس حبیب کے سلام کے لیے حاضر ہونا پڑتا ہے مگر یہ مقام کتنوں کو حاصل ہے؟
اللہ اللہ رے ع اس کے الطاف بہت ہیں کہ گنہگار بہت (۴)
آگے چل کر امام غزالی کا حوالہ اُحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ دے کر رقمطراز ہیں

---

(۱) سنن الترمذی: ۱۱۱،۲
(۲) شرح المواہب: ۳۰۹،۵
(۳) تفسیر مظہری: ۶۳،۴

قارئین کرام، دل میں حاضر کر اور تصور باندھ کا معنی تو جانتے ہی ہو
جناب رسول اللہ ﷺ حقیقی طور پر حاضر و ناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصور
باندھنے کا کیا مطلب ہے ۔ اسی طرح حقیقتاً حاضر ہونے اور دل میں حاضر کرنے کا فرق
سمجھ لیجئے (۱)

مولانا کہہ رہے ہیں اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ آپ ﷺ علمی طور پر موجود ہو
ہیں بلکہ محض تصور جماؤ اور دل کو حاضر کر و تصور کرنے اور موجود ہونے میں بڑا فرق ہے

ہماری گزارشات:

اس سلسلہ میں ہماری گذارشات یہ ہیں کہ
اہل علم و معرفت کی عبارات پر پہلے نظر ڈال لیتے ہیں کہ وہ کیا کہتے ہیں مثلاً
متفقہ علماء کی آراء یہاں نقل کیے دیتے ہیں

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (ت۔ ۱۰۵۲) کے الفاظ ہیں عرفاء فرماتے ہیں
''ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود و حاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد و ازیں شھود غافل نبود تا با نوار قرب و اسرار معرفت متنور و فائز گردد'' (۲)
(اس خطاب کی وجہ یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام تمام موجودات کے ذوات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے تو حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں لھذا نمازی کو چاہیے کہ وہ اس معنی سے آگاہ رہے اور حضور ﷺ کے موجود ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے خوب روشن اور فیضیاب ہو جائے)

۲۔ مولانا عبدالحلیم لکھنوی کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ تشہد میں سلام کہنے کا راز یہ ہے

(۱) تجرید النواظر: ۱۷۳

إِنَّ الْحَقِيقَةَ الْمُحَمَّدِيَّةَ كَأَنَّهَا سَارِيَةٌ فِي كُلِّ مَوْجُودٍ وَ حَاضِرٌ فِي بَاطِنِ كُلِّ عَبْدٍ وَ انْكِشَافُ هٰذِهِ الْحَالَةِ عَلَى الْوَجْهِ الْأَتَمِّ فِي حَالَةِ الصَّلَاةِ فَحَصَلَ مَحَلُّ الْخِطَابِ (۱)

(کہ حقیقت محمدیہ ﷺ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر و موجود ہے اور اس حالت کا کامل انکشاف بحالتِ نماز ہوتا ہے لھذا محل خطاب حاصل ہو گیا)

اولیاء کے سربراہ امام ابوالعباس احمد بن عطا اللہ سکندری (ت۔۷۰۹) کے یہ الفاظ پیچھے گزرے وہ نمازیوں سے فرماتے ہیں

إِذَا دَخَلْتَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّكَ تُنَاجِي اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى وَ تَكَلَّمَ رَسُولَهُ ﷺ لِأَنَّكَ تَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ وَلَا يُقَالُ أَيُّهَا الرَّجُلُ عِنْدَ الْعَرَبِ إِلَّا لِمَنْ يَكُونُ حَاضِرًا (۲)

(جب نماز میں داخل ہوتے ہو تو اس وقت تم اللہ تعالیٰ سے مناجات اور اس کے رسول ﷺ سے کلام کا شرف پا رہے ہوتے ہیں کیونکہ تم کہہ رہے ہوتے ہوا ے نبی آپ پر سلام، اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں عربوں کے ہاں أَيُّهَا الرَّجُلُ اسے ہی کہا جاتا ہے جو موجود اور سامنے ہو)

کیا یہ عبارات آپ کی نظر سے نہیں گزریں، ان تمام میں موجود ہے کہ حقیقتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام تمام نمازیوں کے اندر موجود و تشریف فرما ہوتی ہے ہر نمازی کو اس سے آگاہ رہنا چاہیئے اور حضور سے ہم کلامی کا شرف پا کر سلام عرض کرنا چاہیے رہا یہ کہ ہر ایک کو نصیب نہیں تو اس میں قصور کس کا، نمازی کا یا حقیقت محمدیہ ﷺ کا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم اپنے حجابات کی وجہ سے تجلیات الٰہی کا بھی ادراک نہیں کر پاتے تو اس میں کمی ہماری ہے نہ کہ تجلیاتِ الٰہیہ کی؟

(۱) السعایہ: ۲۔ ۸۲۲
(۲) لطائف المنن / تاج العروس: ۲۸

رسول اللہ ﷺ کی روحانی موجودگی:

یہاں یہ بات بھی سامنے لانا ضروری ہے کہ درود شریف کے موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتب میں الفاظ خطاب کی حکمت لکھی ہی یہی گئی ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی روحانی طور پر موجودگی کی وجہ سے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے۔ تصریحات ملاحظہ کیجئے:

۱۔ امام محمد بن عبدالرحمن سخاوی (ت ۹۰۳) نے سوال و جواب کی صورت میں کیا حکمت یوں لکھی:

وَكَذَا سُئِلَ عَنِ الْحِكْمَةِ فِي الْعُدُوْلِ عَنِ الْغَيْبَةِ إِلَى الْخِطَابِ فِيْ (عَلَيْكَ) مَعَ أَنَّ لَفْظَ الْغَيْبَةِ هُوَ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ السِّيَاقُ؟ وَأُجِيْبَ عَلٰى طَرِيْقِ الْعِرْفَانِ: بِأَنَّ الْمُصَلِّيْ لَمَّا اسْتَفْتَحَ بَابَ الْمَلَكُوْتِ بِالتَّحِيَّاتِ أُذِنَ لَهٗ فِي الدُّخُوْلِ فِيْ حَرَمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ عَيْنُهٗ بِالْمُنَاجَاةِ، فَنُبِّهَ عَلٰى أَنَّ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَبَرَكَةِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتَ، فَإِذَا الْحَبِيْبُ حَاضِرٌ ثُمَّ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ قَائِلاً: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ ۔۔۔ الی آخرہ (۱)

(اس طرح السلام علیک میں بھی غیب سے خطاب کی طرف عدول کی حکمت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے حالانکہ سیاق و مقام کا تقاضا الفاظ غائب ہی تھے؟ اس کا جواب بطریق معرفت یہ دیا گیا کہ نمازی تحیہ کے ذریعے ملکوتی دروازہ کھلواتا ہے اور اسے اس زندہ جاوید کی بارگاہ میں داخلہ ملتا ہے اس کی آنکھیں مناجات الٰہی سے ٹھنڈی ہوتی ہیں تو اسے آگاہ کیا جاتا ہے کہ یہ تمام مقامات نبی رحمت ﷺ کے واسطے اور ان کی اتباع کی برکت سے ہیں وہ متوجہ ہوتا ہے تو حبیب خدا ﷺ کو وہاں

موجود پاتا ہے تو وہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر یوں گویا ہوتا ہے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ")

۲۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) نے بھی یہی سوال اٹھایا

وَخُوْطِبَ الْحُضُوْرُ مَعَ أَنَّ سِيَاقَ التَّشَهُّدِ يَقْتَضِي الْغَيْبَةَ

(آپ ﷺ کو سامنے مان کر خطاب کیا جا رہا ہے حالانکہ سیاق تشہد کا تقاضا الفاظ غائب ہیں)

اور اس کے بعد اوپر والا جواب ہی نقل کیا کہ آپ ﷺ روحانی طور پر موجود ہوتے ہیں (۱)

۳۔ یہی بات شارح بخاری امام قسطلانی نے لکھی ہے (۲)

روحانی و معنوی طور پر رسول ﷺ کی جلوہ گری

مولانا موصوف تو یہ کہہ رہے ہیں فقط ذہن کو اس طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے مگر یہاں ہوتا کچھ نہیں لیکن ائمہ اُمت نے یہاں تک تصریح کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس موقعہ پر روحانی طور پر نمازیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں لہٰذا آدمی مخاطب ہو کر سلام عرض کرتا ہے۔

۱۔ حافظ احمد بن حجر مکی (ت، ۹۷۴) نماز میں تقدیم سلام از صلوٰۃ اور ارکان نماز کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس مقام ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے تو آخری تشہد تو مقصود و انتہا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی اکمل اوصاف اور سب سے جامع الفاظ میں ثناء ہے جو تعظیم و خضوع الٰہی کی نسبت نماز کا مقصود ہے۔

ثُمَّ لَمَّا تَمَّ هٰذَا الْمَقَامُ انْتَقَلْنَا لِمَقَامِ مَنْ وَصَلَتْ لَنَا تِلْكَ الْهِدَايَةُ الْبَاهِرَةُ عَلٰى يَدَيْهِ فَابْتَدَأْنَا بِمُخَاطَبَتِهٖ ﷺ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِ إِشَارَةٌ إِلٰى حُضُوْرِهٖ ﷺ مَعَنَا بِالْمَعْنٰى (۳)

(جب یہ مقام مکمل ہوا تو ہم اس مقام کی طرف منتقل ہوئے جن کے ہاتھوں سے ہمیں ہدایت کاملہ نصیب ہوئی تو ہم نے آپ ﷺ کو ابتدا

(۱) الدر المنضود، ۱۱۳ (۲) مسالک الحنفاء، ۴۰۶

سلام بطور خطاب عرض کیا جو اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ﷺ معنوی و روحانی طور پر ہمارے ساتھ تشریف فرما ہیں)

ان کے الفاظ، حَضُوْرُہٗ مَعَنَا بِالْمَعْنٰی (آپ روحانی طور پر ہم میں جلوہ فرما ہوتے ہیں) کو بار بار پڑھیے اور غور کیجئے وہ کیا فرما رہے ہیں کیا ہم آج ان بزرگوں کی راہ پر ہیں؟

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) ایک مقام پر اہل معرفت کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

(خطاب از مصلی بملاحظہ شہود روح مقدس آنحضرت و سریان روح وے در ذرائر موجودات خصوصاً در ارواح مصلین است و باالجملہ دریں حال از شہود وجود آنحضرت ﷺ غافل و ذاہل نباید بود بامید ورود فیض از روح پرفتوح وے ﷺ) (۱)

(نمازی آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام کہتا ہے کیونکہ آپ کی روح مقدس تشریف فرما ہوتی ہے اور تمام موجودات خصوصاً نمازیوں کے ارواح میں وہ جاری و ساری رہتی ہے الغرض آپ ﷺ کی اس حالت میں موجودگی سے نمازی کو غافل اور غیر متوجہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ کی روح مبارک سے فیضان پا رہا ہے)

۶۔ اسی طرح التحیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وبعضے عرفاء از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت باعتبار سریان حقیقت وی ﷺ در ذرائر موجودات واحاطۂ ذات بابرکات وی بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاہدست و درود بصیغہ خطاب در حقیقت بملاحظہ آن حضور وشہود است صلی اللہ علیک یارسول اللہ وسلم'' (۲)

(بعض اہل تحقیق عرفاء فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حقیقت موجودات کے ذرات میں اور آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام ممکنات کا احاطہ کیے

(۱) مدارج النبوۃ، ۱: ۱۳۵

ہوئے ہے اور وہ نمازی کی ذات میں بھی موجود و حاضر ہے تو الفاظ خطاب سے سلام بھی اس موجودگی اور تشریف فرمائی کی وجہ سے ہے اے اللہ کے رسول آپ پر صلاۃ وسلام کا نزول ہو)

دوسری گزارش:

اگر یہ محض نمازی کا تصور ہی ہوتا ہے یہاں موجود کچھ بھی نہیں تو پھر اس پر یہ اور سوال کیوں پیدا ہوا؟ کہ یہ سلام خطاب ہے جو نماز میں ہرگز جائز نہیں کیونکہ نماز میں کسی کو سلام کہنا یا کسی کے سلام کا جواب دینا نماز کے لیے مفسد ہوتا ہے خواہ ... سے ہو یا اشارہ سے ہو اور ادھر یہ خطاب بھی ہے اور باقاعدہ سلام عرض کیا جا رہا ہے ... فاسد کیوں نہ ہوگی؟

جواب:

اس سوال کا جواب تمام اہل علم نے یہی دیا ہے کہ معاملہ ذات رسول ﷺ کو سلام کا ہے جس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے لہٰذا اس خطاب سے نماز فاسد نہ ہوگی اس کو آپ ﷺ کی خصوصیت قرار دیا ہے چند حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

نماز میں آپ کو سلام عرض کرنا آپ کی خصوصیت ہے:

... نے تشہد کی بنا پر ہی یہ تصریح کی ہے کہ نمازی کا نماز میں آپ کو بصورت خطاب سلام عرض کرنا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے، اگر نمازی کسی اور کو نماز میں سلام کرے تو ... ہو جاتی ہے، ہم یہاں چند بزرگوں کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی (ت، ۹۱۱) نے باقاعدہ آپ کی اس خصوصیت پر باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے۔

بَابُ اِخْتِصَاصِہٖ ﷺ بِاَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ لَا يُخَاطِبُهٗ سَائِرَ النَّاسِ (۱)

(حضور ﷺ کا یہ خاصہ ہے کہ نمازی دوران نماز آپ کو مخاطب کر کے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے حالانکہ نمازی کسی اور کو مخاطب نہیں کرسکتا)

۲۔ امام احمد بن محمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) آپ ﷺ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

مِنهَا اَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُ غَيْرَهٗ (۱)

(آپ ﷺ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ کی خدمت میں 'السلام علیک ایھا النبی' کہہ کر سلام عرض کرتا ہے اور آپ کے علاوہ کسی کو مخاطب نہیں کرسکتا۔)

۳۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی (ت: ۹۴۲) آپ ﷺ خصائص وفضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اَلرَّابِعَةُ وَ بِاَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهٗ بِقَوْلِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلَا يُخَاطِبُ سَائِرَ النَّاسِ وَ هُوَ ثَابِتٌ فِيْ حَدِيْثِ التَّشَهُّدِ وَ مُخَاطَبَةُ النَّبِيِّ ﷺ بِذٰلِكَ وَاجِبَةٌ عَلَى الصَّحِيْحِ (۲)

(چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ نمازی حالت نماز میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں یوں مخاطب ہو کر سلام عرض کرتا ہے، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ' حالانکہ آپ کے علاوہ کسی اور کو نماز میں مخاطب نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات حدیث تشہد سے ثابت ہے اور نماز میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام عرض کرنا صحیح قول کے مطابق لازم ہے) باقی حوالہ جات کی تفصیل اسی فصل میں موجود ہے

(۱) المواہب اللدنیہ ۶:۶۷۹

[illegible]:

یہاں مولانا موصوف کے یہ کلمات بھی قابل ذکر ہیں آنحضرت ﷺ ہر جگہ حاضر و [illegible] ہوتے بلکہ نمازی کو خود کمال پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حبیب کے سلام کے [illegible] حاضر ہونا پڑتا ہے مگر یہ مقام کتنوں کو حاصل ہے؟ جس کو خدا دے۔ (تبرید النواظر، ۱۶۴)

کیا اس عبارت سے یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ یہ کمال اُمتی کو حاصل ہوسکتا ہے [illegible] کے لیے یہ کمال ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

بلکہ یہی بات مولانا حسین احمد مدنی نے کھل کر لکھی ہے وہ یا رسول اللہ ﷺ کے [illegible] یں صورت یوں لکھتے ہیں۔

ارباب نفوس ذکیہ اور اصحاب ارواح طاہرہ جن کے بُعد مکانی اور کثافت جسمانی [illegible] کی تبلیغ سے مانع نہ ہو اس میں کوئی قباحت نہیں وہابیہ خبیثیہ یہ صورتیں نہیں [illegible] اور جملہ انواع کو منع کرتے ہیں چنانچہ وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا کہ وہ [illegible] و اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ'' کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر [illegible] اس خطاب اور ندا کی وجہ سے کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں اور [illegible] ناشائستہ استعمال کرتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگان دین اس صورت کو اور [illegible] درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب ونداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے [illegible] متعلمین کو اس کا امر کرتے ہیں (۱)

اس پر امام العصر مولانا محمد اشرف سیالوی کا یہ اقتباس نہایت ہی قابل ملاحظہ ہے

[illegible]

''ان اخلاف کو آئینہ دکھلانا منظور ہے، جو مطلقاً یا رسول اللہ کہنا حرام بلکہ شرک [illegible] اور دیوبندیت کے مدعی ہونے کے باوجود حقیقت میں بقول مدنی صاحب [illegible] کے زمرے میں شامل ہوتے ہیں نیز یہ بھی واضح کرنا ہے کہ مدنی صاحب کے [illegible] مصطفیٰ ﷺ میں سے ارواح طاہرہ اور نفوس ذکیہ کے مالک اس مرتبہ و

مقام کے مالک ہو جاتے ہیں کہ رسول معظم ﷺ سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں میل دور
ہونے کے باوجود، بدنی اور جسمانی لباسوں اور پردوں میں ملبوس و مستور ہونے کے
باوجود بارگاہ رسالتمآب ﷺ میں براہ راست اپنی عرضیں اور حاجات وضروریات پیش
کر سکتے ہیں اور انہیں کوئی امر مانع نہیں ہوتا۔

لیکن نبی مکرم ﷺ کے لیے کوئی ایسی صورت فکر نہیں کی کہ آپ اپنی روحانی
طہارت و پاکیزگی اور تجرد و نظافت اور نورانیت کاملہ کی بناء پر دور دراز سے پکارنے
والوں کی آواز سن لیں اور ان کی حاجات وضروریات معلوم کرلیں اور ان کے مشکلات و
مصائب پر مطلع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و التجا کر کے امداد و اعانت کو
پہنچائیں جس سے صاف ظاہر ہے کیونکہ (السکوت فی معرض البیان بیان ہوا کرتا ہے)
کہ علمائے دیوبند نبی الانبیاء، حبیب کبریا ﷺ کے لیے ان صاف باطن و پاکیزہ روح
اور منزہ نفس اُمتیوں کے برابر بھی صلاحیت و استعداد اور روحانی و نورانی قوت و طاقت
ماننے کے لیے تیار نہیں۔

ورنہ جائز صورتوں میں اس کا ذکر سرفہرست نہ ہوتا تو کم از کم پانچویں یا چھٹی جگہ
ہوتا ہی سہی اس کو سرے سے نظر انداز نہ کیا جاتا بلکہ ناجائز صورتوں میں شمار نہ کیا جاتا۔

لہٰذا اس سے یہ واضح ہو گیا کہ علماء دیوبند کے نزدیک صرف ملک الموت اور
شیطان ہی نہیں بلکہ اُمتی بھی قوت وطاقت اور استعداد وصلاحیت میں نبی الانبیاء اور امام
المرسلین سے بڑھے ہوئے ہیں اور جن کے توسط سے اور دستر خوان جود و نوال سے انبیاء و
مرسلین علیہم السلام کمال حاصل کرتے ہیں اور نبوت و رسالت اور آیات و معجزات کی
خیرات حاصل کرتے ہیں وہ اُمت کے بعض کاملین سے بھی کمتر مقام اور درجہ میں ہیں
اَلْعَیَاذُ بِاللہِ۔"

ہمارا نظریہ:

جب مدنی صاحب کے اعتراف وتسلیم سے واضح ہو گیا کہ ارواح طاہرہ اور نفوس

کے لیے اس رکاوٹ نہیں بن سکتے تو پھر ہم یہ عقیدہ رکھنے میں حق بجانب ہیں کہ محبوبیت
کے مقام پر فائز اولیاء کرام اور فرائض ونوافل کے انوار سے منور اور فراست کے نور سے
روشن و مطہرات کو دور دراز سے پکارنا اور ان کی شان کے لائق استمداد واستعانت حاصل
کرنا بالکل جائز اور صحیح ہے کیونکہ جو استعانت اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور جو چیزیں عطا
کرنا اس کا خاصہ ہے وہ غیر اللہ سے طلب کرے خواہ قریب سے اور ظاہری حیات میں تو
وہ بالکل شرک ہے اور جو استعانت اس سے مختص نہیں، مثلاً دعاو التجاء کے ذریعے اللہ تعالیٰ
سے حل کر دینے کا عقیدہ تو وہ اولیاء کرام علیہم الرضوان سے جائز ہے خواہ قریب ہوں یا
دور اور ظاہری حالت حیات میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار سے
منور ہونے کے بعد ملاء اعلیٰ میں شامل ہو کر کارکنان قضاء قدر سے بن جاتے ہیں اور ان کے
لیے دوریاں اور مسافتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور موت کی صورت میں حجاب بدن اور
مادیت کے دور ہو جانے سے روحانی قوتیں اور باطنی صلاحتیں مزید نکھر جاتی ہیں جیسا کہ
متعدد حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح کی جا چکی ہے۔ (۱)

فصل:

پھر بھی بطور انشاء وعرض ہی پڑھیں

بعض اہل علم نے لکھا کہ نمازی ان الفاظ کو شبِ معراج کے واقعہ سے حکایت کرتے ہوئے پڑھے یعنی ان الفاظ سے سلام کہے جن کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے کیا اور وہ ہیں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے انکار نہیں لیکن آگے انہوں نے تصریح بھی کر دی ہے کہ کلمات شب معراج والے ہی پڑھیں مگر بطور انشاء پڑھیں یعنی ان سے مقصود حضور ﷺ پر سلام ہونا چاہیے کیونکہ محض حکایت سے سلام نہیں ہوگا، چند تصریحات ملاحظہ کریجیے

۱۔ شیخ محمد زکریا سہارنپوری (ت، ۱۴۰۲) نے امام بجیرمی کی کتاب تحفۃ الحبیب کے حوالہ سے لکھا جب رسول اللہ ﷺ حریم کبریا، میں پہنچے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا

'اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ' تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' اس کے بعد موصوف سہارنپوری تحریر کرتے ہیں

وَعَلٰى هٰذَا التَّوْجِيْهِ فَالْكَافُ اِبْقَاءٌ لِلْحِكَايَةِ عَلٰى اَصْلِهَا وَ لٰكِنْ يَنْبَغِيْ اَنْ يُقْصَدَ بِكَلَامِهٖ هٰذَا حِيْنَئِذٍ الْاِنْشَاءُ لَا مُجَرَّدُ الْحِكَايَةِ

(اس توجیہ پر کاف اپنے اصل پر حکایت ہوگا لیکن الفاظ سے مقصود اب

اس پر فتاوی شامی کا حوالہ دیا کہ الفاظِ تشہد کو بطور انشاء یوں پڑھا جائے کہ آدمی ارادہ کرے کہ وہ

يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰى وَيُسَلِّمُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلٰى نَفْسِهٖ وَلَا يَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ عَلَيْهِ ﷺ (۱)

(اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحیہ عرض کر رہا ہے اور حضور پر سلام اور نمازی اپنی ذات پر اور اس سے واقعہ معراج سے حکایت وخبر کا قصد نہ کیا جائے)

غزالی زمان کی گفتگو:

اس مسئلہ پر غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی (ت، ۱۴۰۶) کی علمی وتحقیقی گفتگو کا مطالعہ کیجیے۔ لکھتے ہیں

مخالفین کہتے ہیں کہ نماز میں جو ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہتے ہیں اس میں حضور ﷺ کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج میں حضور ﷺ کو خطاب فرما کر 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' فرمایا تھا ہم اس سلام وخطاب کی حکایت کرتے ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ مخالفین کا سلامِ تشہد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول ومسلمات کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں مانتے جس کی سند موجود نہ ہو بخلاف ہمارے کہ ہم ابوابِ فضائل ومناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہو مگر علماء محدثین یا مفسرین ودیگر علمائے معتمد علیہم نے انھیں قبول کیا ہو۔

اس روایت کی سند ہی نہیں:

اس روایت کے پیش نظر، یہ کہا جاتا ہے کہ سلام تشہد واقعۂ معراج کی حکایت کی کوئی سند نہیں اگر ہے تو پیش کیجیے آپ کے مولوی انور شاہ صاحب ''عرف

شذی'' میں صفحہ ۱۳۹ پر اس روایت کے متعلق کہتے ہیں

وَلٰكِنْ لَمْ اَجِدْ سَنَدَ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ

(یعنی اس روایت کی سند میں نے نہیں پائی)

اب بتائیے بے سند روایت پر آپ کے مسلمات کی روشنی میں اس حکایت کا قیام کیسے قائم ہوگا؟

ارشاد نبوی ﷺ پڑھیے:

علاوہ ازیں بخاری شریف میں حدیث تشہد کے آخر میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مبارک مخالفین کے اعتراض کا قلع قمع کر رہا ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں

فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (۱)

(جب تم (یہ الفاظ سلام) کہہ لیتے ہو تو وہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جاتے ہیں)

ظاہر ہے کہ نقل و حکایت کی تقدیر پر سلام پہنچنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔ سلام پہنچنا اسی صورت میں مقصود ہے جب کہ اپنی طرف سے انشاء سلام کی نیت ہو

تحقیقی و اصولی بات:

کلام کو مختصر کرنے کے لیے ہم ایک تحقیقی بات تحریر کرتے ہیں۔ امید ناظرین کرام اسے بغور ملاحظہ فرما کر حق و باطل میں اِمتیاز فرمائیں گے

اور وہ یہ ہے کہ جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ، وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ شب معراج میں نبی کریم ﷺ کو 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ مخاطب فرمایا تھا لہٰذا نمازی کو بھی چاہیے کہ حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پا کر واقعہ معراج مطابق بہ نیت انشاء سلام نبی کریم ﷺ کو 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ

اب کرے نہ یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت ہو اور نمازی خود اپنی اب سے حضور ﷺ پر انشاء سلام کی نیت نہ کرے۔ معاذ اللہ ایسا کہنا تمام محدثین ہاء بلکہ ساری اُمتِ مسلمہ کے خلاف چل کر سبیل مومنین سے اعراض کرنا اور جہنم طرف جانا ہے ہمارے حضرات اہل سنت مقلدین کو تو ایک طرف رکھیے، غیر مقلدوں پوچھیے تو وہ بھی مجرد حکایت کے قائل نہیں دیکھیے عون المعبود میں ''السلام علیك ایها النبی'' کے تحت مرقوم ہے۔

فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ شُرِعَ هٰذَا اللَّفْظُ وَهُوَ خِطَابُ بَشَرٍ مَعَ كَوْنِهِ مَنْهِيًّا عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ فَالْجَوَابُ اَنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

(یعنی اگر کہا جائے کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کیسے مشروع ہوا حالانکہ وہ خطاب بشر ہے اور خطابِ بشر نماز میں جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے)

دیکھیے اگر یہاں مجرد حکایت ہوتی تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ محض بطریق حکایت تو ''یا آدم، یا نوح، یا ابراھیم، یا موسیٰ'' حتی کہ یا ہامان بھی قرآن مجید میں وارد ہے اور وہ الفاظ قرأت قرآن کے اثنا میں نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں اور ان کا پڑھنا مفسد صلوٰۃ نہیں۔

پھر حضور ﷺ کی خصوصیت کا قول کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے نزدیک بھی سلام تشہد میں خطاب اور انشاء کا ہونا ضروری ہے مجرد حکایت کا قول قطعاً باطل اور مردود ہے

علیٰ ھذا القیاس علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی مضمون کو مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ علامہ موصوف حضور سید عالم ﷺ کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں

وَمِنْهَا اَنَّ الْمُصَلِّيْ يُخَاطِبُهُ بِقَوْلِهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَلَا يُخَاطِبُ غَيْرَهُ (۲)

(۱) عون المعبود، ۱، ۳۶۵

(یعنی نبی کریم ﷺ کی خصوصیت سے یہ امر بھی ہے کہ نمازی اپنے قول 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے ساتھ حضور ﷺ کو خطاب کرتا ہے اور حضور ﷺ کے غیر کو خطاب نہیں کر سکتا)

فقہاءِ اُمت کے اقوال

محدثین کے بعد فقہاء کی طرف آیئے اور ان کی عبارات جلیلہ کو دیکھئے پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ مجرد حکایت کا قول مردود ہے یا نہیں؟

۱۔ درمختار میں ہے:

(وَیُقْصَدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ) مَعَانِیْهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰی وَجْهِ (الْاِنْشَاءِ) كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّهٖ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ (لَا الْاِخْبَارِ) عَنْ ذٰلِكَ ذَكَرَهٗ فِی الْمُجْتَبٰی وَ ظَاهِرُهٗ اَنَّ ضَمِیْرَ عَلَیْنَا لِلْحَاضِرِیْنَ لَا حِكَایَةَ سَلَامِ اللهِ تَعَالٰی (۱)

(نمازی الفاظِ تشہد سے ان معنی کا قصد کرے جو اس کی مراد ہیں اور یہ قصد علی وجہ الانشاء ہو، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر اور خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایتِ سلام کی نیت ہرگز نہ کرے، اس کو "مجتبیٰ" میں ذکر کیا اور اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ "علینا" کی ضمیر تمام حاضرین کے لیے ہے، سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے، اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ ہو)

۲۔ علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں:

(قَوْلُهٗ لَا الْاِخْبَارِ عَنْ ذٰلِكَ) اَیْ لَا یَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِكَایَةَ عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ ﷺ وَعَنِ اللهِ سُبْحَانَهٗ وَمِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ (۲)

(۱) درمختار، ۱/۷۶۱۔۴

(مصنف کے قول (لَا الْاِخْبَارِ عَنْ ذٰلِكَ) کے معنی یہ ہیں کہ نمازی تشہد میں اس واقعہ کی نقل و حکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں آپ ﷺ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اور فرشتوں سے واقع ہوا تھا)

صاحب درمختار اور علامہ شامی دونوں نے مجرد حکایت و اخبار کے قول کو رد فرما کر انشاءِ سلام کے قصد کو متعین فرما دیا

عالمگیری میں ہے:

وَلَا بُدَّ مِنْ اَنْ یُّقْصَدَ بِاَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِیْهَا الَّتِیْ وُضِعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهٖ كَاَنَّهٗ یُحَیِّی اللهَ تَعَالٰی وَیُسَلِّمُ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ وَعَلٰی نَفْسِهٖ وَاَوْلِیَاءِ اللهِ تَعَالٰی كَذَا فِی الزَّاهِدِیْ (۱)

(نمازی کے لیے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا اپنی طرف سے بطور انشاء مراد لینا اور ان کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنی ذات و اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے الدر المنتقی فی شرح الملتقی جلد اول ص ۱۰۰ پر ہے)

لَا كَمَا قَالَهٗ بَعْضُهُمْ اَنَّهٗ حِكَایَةُ سَلَامِ اللهِ لَا اِبْتِدَاءُ سَلَامٍ مِّنَ الْمُصَلِّیْ

(یعنی نمازی کی یہ نیت "انشاء سلام" اس قول کے خلاف ضروری ہونی چاہیے جو بعض لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہو نمازی اپنی طرف سے ابتدأ سلام کی نیت نہ کرے)

ان تمام عبارات سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" میں صرف حکایت معراج کا قصد کرنا جائز نہیں بلکہ انشاء سلام اور خطاب الی النبی ﷺ بھی ضروری ہے۔

آخر میں دیوبندیوں کے ایک مقتدا کی عبارت نقل کر کے آخری حجت تمام کرتا

(۱) عالمگیری جلد ۱، ۷۲۔۳

ہوں ناظرین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں

اوجز المسالک جلد ا ص ۲۴۵ پر ہے

وَعَلٰی هٰذَا التَّوْجِيهِ فَالْكَافُ إِبْقَاءٌ لِلْحِكَايَةِ عَلٰی أَصْلِهَا وَلٰكِنْ يَّنْبَغِي أَنْ يُّقْصَدَ بِكَلَامِهٖ هٰذَا الْإِنْشَاءُ لَا مُجَرَّدُ الْحِكَايَةِ قَالَ الشَّامِيُّ وَ يَقْصُدُ بِأَلْفَاظِ التَّشَهُّدِ مَعَانِيَهَا مُرَادَةً لَّهٗ عَلٰی وَجْهِ الْإِنْشَاءِ كَأَنَّهٗ يُحَيِّي اللّٰهَ تَعَالٰی وَيُسَلِّمُ عَلٰی نَبِيِّهٖ ﷺ وَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَأَوْلِيَائِهٖ وَلَا يَقْصُدُ الْإِخْبَارَ وَالْحِكَايَةَ عَمَّا وَقَعَ فِي الْمِعْرَاجِ عَنْهُ ﷺ اِنْتَهٰی فَعُلِمَ بِهٰذَا أَنَّ لِلْمَشَائِخِ فِي تَوْجِيهِ الْخِطَابِ ثَلٰثَةُ أَقْوَالٍ مُجَرَّدِ الْاِتِّبَاعِ وَكَوْنِ الْحَبِيبِ فِي حَرِيمِ الْحَبِيبِ وَحِكَايَةِ مَا فِي الْمِعْرَاجِ عَلٰی طَرِيقِ الْإِنْشَاءِ (۱)

(اس توجیہ پر ''کافِ خطاب'' حکایت کو اس کی اصل پر باقی رکھنے کے لیے ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت نمازی ان الفاظ سے انشاء سلام کا قصد کرے مجرد حکایت کا ارادہ ہرگز نہ ہو۔ علامہ شامی نے کہا کہ نمازی الفاظِ تشہد سے ان کے مرادی معنے کا انشاء کے طریقہ پر قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور نبی کریم ﷺ اور اپنی ذات اور اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے اور اس واقعہ کی نقل و حکایت کا بالکل ارادہ نہ کرے جو حضور ﷺ سے معراج میں واقع ہوا تھا)

اس قول سے معلوم ہوا کہ خطاب کی توجیہ میں مشائخ کے تین قول ہیں۔ مجرد اتباع، اور حبیب کا حریم حبیب میں حاضر ہونا اور انشاء کے طریق پر واقعۂ معراج کی حکایت کرنا

اَلْحَمْدُ لِلّٰه! اس عبارت سے ہمارے لکھے ہوئے مسائل بالکل واضح ہو گئے سلام تشہد میں حکایت علی طریق الانشاء بھی ثابت ہو گیا اور توجیہ الخطاب میں کَوْنُ

الحبیب فِي حَرِيمِ الْحَبِيبِ بھی مذکور ہو گیا۔ اگر مخالفین اس بیان کو عقل و انصاف کی آنکھوں سے پڑھیں تو انہیں ہمارے مسلک کی حقانیت میں ذرا برابر شبہ نہیں رہ سکتا

اس تمام بحث کے آخر میں اتنی بات اور عرض کر دوں کہ جب دلائل کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ نمازی کا التحیات میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ'' کہنا اس خیال پر ہے کہ دربار خداوندی میں نبی کریم ﷺ حاضر ہیں تو یہ بات بالکل روشن ہو جاتی ہے کہ کوئی مقام اور کوئی وقت حضور ﷺ سے خالی نہیں۔ بلکہ دن میں، رات میں، مشرق و مغرب میں، سفر و حضر میں، زمین کے کسی گوشے پر، پہاڑ کی چوٹی پر یا ریت کے ٹیلے پر، سمندر میں، ہوائی جہاز میں، جہاں کہیں اس نے نماز کی نیت باندھی فوراً دربار خداوندی میں حاضر ہو گیا اور جب وہ حریم ذات میں پہنچا تو حبیب کی حریم میں حبیب کو حاضر پایا یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور ﷺ حاضر ملے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ حضور ﷺ کسی وقت اور کہیں غائب نہیں البتہ ہم لوگ حضور ﷺ سے اس لیے دور ہو سکتے ہیں کہ ہم اس دربار میں حاضر نہیں ہوتے

رہا یہ امر کہ ہر نمازی کو حضور ﷺ نماز میں نظر نہیں آتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری نظر کا قصور ہے۔ جن اہلِ بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے یہ نور عطا فرمایا ہے وہ دیکھتے ہیں لازم ہے کہ اگر خود دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو دیکھنے والے کی بات مان لیں۔ دیکھئے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے مگر نماز کی نیت باندھتے وقت ہر کوئی شخص کہتا ہے ''میرا منہ کعبہ شریف کی طرف'' یہ کہنا اس لیے ہے کہ کعبہ دیکھنے والوں کے قول کو تسلیم کر لیا ورنہ بغیر دیکھے کہاں معلوم کہ کعبہ کونسی طرف ہے؟ پس اگر حضور ﷺ کے حق میں بھی اہل بصیرت کا قول تسلیم کر لیا جائے تو کونسی قباحت ہے؟

اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بحکم قرآن و حدیث نمازی پر حضور ﷺ کی اجابت فرض ہے اور حضور ﷺ سے بحالتِ نماز بولنا بھی مفسدِ صلوٰۃ نہیں مگر حضور ﷺ کے علاوہ ہر شخص سے بحالت نماز بات کرنا مفسدِ صلوٰۃ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ نماز میں حضور ﷺ سے بات کرنا واجب ہے تب بھی کوئی قباحت لازم

النَّبِیُّ'' بھی ہے اور ظاہر ہے کہ خطاب کے ساتھ انشاء سلام یقیناً کلام ہے تو نماز میں حضور ﷺ سے سلام و کلام کا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہونا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ حضور ﷺ حرمِ حبیب میں ضرور حاضر ہیں کیونکہ غیر سے کلام کرنا اسی لیے مفسدِ صلوٰۃ ہے کہ جب غیر سے کلام کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے دربار سے اعراض ہوگا

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ دربار خداوندی سے الگ نہیں ورنہ ان کو مخاطب کرنے سے بھی حریمِ الٰہی سے اعراض ہوتا اور نماز فاسد ہو جاتی لیکن ایسا نہیں ہوتا ثابت ہوا کہ مشائخ کا حرمِ حبیب میں حبیب کو حاضر ماننا عینِ حق و صواب ہے اور جن لوگوں نے اہلِ بے بصری کی بنا پر اس کا انکار کیا ہے وہ نماز کی حقیقت سے بالکل بے خبر ہیں (۱)

(۱) حیات النبی، ۶۱ تا ۶۸

مثل :

تعلق والے سلام کا جواب پاتے

اسی لیے اہل علم نے یہ بھی تصریح کی کہ متعدد اہل معرفت حالت تشہد میں جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرتے تو رسول اللہ ﷺ اس کا جواب عنایت فرماتے اور اپنے کانوں سے سنتے ہیں اس بارے میں امام یوسف نبہانی (ت۔ ۱۳۵۰) کا اقتباس کس قدر قابل توجہ ہے۔

وَيُؤَيِّدُ سِمَاعَ النَّبِيِّ ﷺ سَلَامَ مَنْ يُّسَلِّمُ عَلَيْهِ مِنْ بَعِيْدٍ وَ قَرِيْبٍ مَشْرُوْعِيَّةُ السَّلَامِ عَلَيْهِ ﷺ فِي التَّشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ بِصِيْغَةِ الْخِطَابِ، إِذْ يَقُوْلُ الْمُصَلِّيْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ، فَلَوْلَمْ يَكُنْ ﷺ حَيًّا يَسْمَعُ جَمِيْعَ الْمُصَلِّيْنَ اَيْنَمَا كَانُوْا بِإِسْمَاعِ اللهِ لَهٗ ذٰلِكَ لَمَّا كَانَ لِهٰذَا الْخِطَابِ مَعْنًى، بَلْ كَانَ صُدُوْرُهٗ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ اَشْبَهَ بِكَلَامِ الْمَجَانِيْنَ مِنْهُ بِكَلَامِ الْعُقَلَاءِ، فَإِنَّكَ إِذَا سَمِعْتَ مُتَكَلِّمًا يُخَاطِبُ إِنْسَانًا مَيِّتًا مِنْ عُصُوْرٍ كَثِيْرَةٍ اَوْحَيًّا وَ لٰكِنَّهٗ فِيْ بِلَادٍ بَعِيْدَةٍ تَظُنُّ اَنَّ ذٰلِكَ الْمُتَكَلِّمَ قَدِ اخْتَلَطَ عَقْلُهٗ حَتّٰى خَاطَبَ مِنْ ذِكْرِ بِخِطَابِ الْحَاضِرِ مَعَهٗ، فَإِذَنْ لَمْ تَشْرَعْ لَنَا مُخَاطَبَةُ

النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ بِهٰذَا الْخِطَابِ اِلَّا وَهُوَ يَسْمَعُهَا
فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ ﷺ حَتّٰى اَنَّ بَعْضَ الْاَوْلِيَاءِ
سَمِعُوْا عَلٰى سَبِيْلِ الْكَرَامَةِ رَدَّهُ السَّلَامَ عَلَيْهِمْ
عِنْدَ قَوْلِهِمْ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ
بَرَكَاتُهٗ وَلَا اِسْتِحَالَةَ فِيْ ذٰلِكَ، لِاَنَّ الَّذِيْ اَطْلَعَهٗ
عَلَى الْغَيْبِ وَاَسْمَعَهٗ كَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُ مِنْ بَعِيْدٍ وَ
قَرِيْبٍ هُوَ اللهُ تَعَالٰى وَلَا فَرْقَ عِنْدَهٗ تَعَالٰى بَيْنَ اَنْ
يَّكُوْنَ ذٰلِكَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ مَمَاتِهٖ ﷺ، فَقَدْ صَحَّ
اَنَّهٗ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ ﷺ لَا سِيَّمَا وَغَلَبَةُ الْحُكْمِ هُنَاكَ
الرُّوْحُهُ النَّيِّرَةُ الطَّاهِرَةُ الْمُقْتَبِسُ مِنْ نُّوْرِهَا
الْاَعْظَمِ جَمِيْعُ اَنْوَارِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَهِيَ لَا يَحْجُبُهَا
شَيْءٌ مِّنَ الْاَكْوَانِ مَهْمَا تَبَاعَدَتِ الْاَمْكِنَةُ وَ
تَقَادَمَتِ الْاَزْمَانُ، وَلِذٰلِكَ يَسْمَعُ الْخِطَابَ مِنْ
جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَرُدُّ عَلٰى مَنْ اَرَادَ اللهُ كَرَامَتَهٗ مِنَ
الْاَوْلِيَاءِ الْعَارِفِيْنَ، مَهْمَا شَطَّ الْمَزَارُ وَتَبَاعَدَتِ
الدِّيَارُ (۱)

(رسول اللہ ﷺ پر تشہد میں بصیغۂ خطاب سلام بھیجنا اور ''اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' عرض کرنا اور شریعت
مطہرہ کا اس کو حالت حیات ووصال میں مشروع قرار دینا اور قرب و بعد
ہر دو حالت میں اس کو جائز ماننا ہمارے اس دعویٰ کی واضح دلیل ہے اور
پہلی دلیل کی بین تائید وتصدیق کہ آپ بعید وقریب سے درود وسلام بھیجنے
والے ہر شخص کا درود وسلام سنتے ہیں۔ ورنہ اس خطاب کا کوئی معنی نہ ہوگا
بلکہ نمازیوں سے اس کا صادر ہونا مجنون اور پاگل لوگوں کے کلام کے

مشابہ ہوگا کیونکہ جو شخص بھی عرصہ دراز سے فوت شدہ شخص کو پکارے یا
زندہ بھی ہو لیکن دور دراز علاقے میں موجود ہو تو لوگ اس پکارنے والے کو
مخبوط الحواس اور پاگل و مجنون ہی خیال کریں گے تو شریعت مطہرہ میں
زبان رسالت مآب ﷺ پر ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ
هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴﴾ کی شان کے مالک ہونے کے باوجود ایسی
تعلیم وارشاد کا جاری ہونا کیوں کر تصور کیا جاسکتا ہے تو روز روشن کی طرح
واضح ہوگیا کہ اس نداء وخطاب کا شرعاً جواز صرف اور صرف اسی صورت
پر مبنی ہے کہ سرور کونین علیہ السلام اُمت کے سلام ودرود کو قریب و بعید
سے حالت حیات ظاہرہ اور برزخیہ میں سنتے ہیں بلکہ بعض اولیاء کرام نے
بطور کرامت اپنے سلام ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ
وَبَرَكَاتُهٗ'' کا جواب بارگاہ رسالتمآب ﷺ سے براہ راست سنا اور
اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں ہے کیونکہ آپ کو غیب پر مطلع فرمانے والا اور
قریب وبعید کا کلام سنانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس پر آپ کی دونوں
حالتیں یکساں ہیں جبکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آپ مزار اقدس میں
زندہ ہیں علی الخصوص عالم برزخ میں آپ کے روح انور، نفس اطہر اور شمس
حقیقت کے احکام واثرات بدنی احکام پر غالب ہیں اور اس کے انوار
تجلیات سے ہی دنیا اور آخرت کی چیزیں روشن اور مستنیر و مستفیض ہیں
لہٰذا حقیقت محمدیہ اور آپ کے روح قدسیہ پر کائنات کی کوئی چیز محجوب و
مستور نہیں رہ سکتی خواہ مکان کے لحاظ سے دور ہو یا زماں کے لحاظ سے
سابق ومقدم ہو اس لیے آپ سب کا کلام سنتے بھی ہیں (اور سب کو
جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں) اور جن کی عزت وکرامت کا اللہ تعالیٰ
کو اظہار مطلوب ہوتا ہے ان کو بارگاہ نبوت کا سلام سناتا بھی ہے خواہ
مزار پر انوار ان سے دور ہی ہو اور ان کے مساکن ودیار اس در بار گہر
بار سے دور ہوں)

کچھ بزرگوں کے نام:

ہم یہاں کچھ ایسے خوش بخت بزرگوں میں سے کچھ کے اسماء گرامی کا تذکرہ کیے دیتے ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کا مقدس جواب بھی سننا نصیب ہوتا۔

۱۔ امام عبدالوہاب شعرانی (ت، ۹۷۳) امام ابوالعباس المرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تلامذہ سے پوچھا:

اَفِيكُمْ اَحَدٌ اِذَا سَلَّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَلَاتِهٖ سَمِعَ رَدَّهُ السَّلَامَ عَلَيْهِ بِاُذُنِهٖ

(کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو نماز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرے اور وہ حضور ﷺ کا جواب اپنے کانوں سے سنے)

عرض کیا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں تو فرمایا!

تَبْكُوْنَ عَلٰى قُلُوْبٍ مَحْجُوْبَةٍ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

(تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے محجوب دلوں پر رونا چاہیے)

پھر فرمایا کہ میں دن رات رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پاتا ہوں اگر زیارت نہ ہو تو اپنے کو فقراء میں شامل وشمار نہ کروں (۱)

۲۔ امام سید الشلی، عارف باللہ امام علی بن علوی بن عیسیٰ علوی (ت، ۵۲۷) کے بارے میں "المشرع الروی فی مناقب السادات بنی علوی" میں لکھتے ہیں کہ امام موصوف رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف پاتے اور آپ ﷺ سے مشکل مسائل میں رہنمائی لیتے۔

وَكَانَ اِذَا قَالَ فِي التَّشَهُّدِ اَوْ غَيْرِهٖ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ يَسْمَعُ الْمُصْطَفٰى ﷺ وَيَقُوْلُ لَهٗ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا شَيْخُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

(اور جب یہ تشہد میں اور اس کے علاوہ آپ ﷺ کو یوں سلام عرض

کرتے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو رسول اللہ ﷺ سماعت فرماتے اور سلام کے جواب سے نوازتے ہوئے فرماتے وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا شَيْخُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ)

جواب سنے بغیر نہ گزرتے:

یہاں تک لکھا کہ بسا اوقات بار بار سلام عرض کرتے رہتے، عرض کیا گیا

لِمَ تُكَرِّرُهٗ فَقَالَ حَتّٰى اَسْمَعَ جَوَابَ النَّبِيِّ ﷺ (۱)

(آپ السلام علیک میں تکرار کیوں کرتے ہیں تو فرمایا تاکہ میں نبی اکرم ﷺ سے سلام کا جواب پا اور سن سکوں)

فصل: السلام علیکم خطاب و ندا

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ 'السلام علیك 'محض دعا ہے اس میں خطاب وندا کا پہلو موجود ہی نہیں ہم یہاں اشکار کیے دیتے ہیں کہ جس طرح السلام علیکم دعا کے ساتھ ساتھ خطاب وندا بھی ہے اس طرح السلام علیک میں بھی دونوں پہلو موجود ہیں مثلاً رسالتمآب ﷺ نے اُمت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب تم قبرستان جاؤ تو اہل قبور کو ان الفاظ سے سلام کہو

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ

(اے اہل ایمان بستی والو! تم پر سلام ہو۔ اے اہل قبور تم پر سلام ہو)

اس سے اہل علم نے ثابت کیا کہ اہل قبور برزخ میں زندہ ہوتے ہیں اور وہ اپنے زائرین کو پہچانتے، ان کا سلام سنتے اور اس کا جواب دیتے ہیں ورنہ ان سے الفاظ خطاب سے سلام کہنے کا کوئی جواز ہی نہ تھا بلکہ یہ الفاظ فقط مذاق ٹھہرتے کیونکہ یہ معدوم و جماد سے خطاب قرار پاتا۔ حافظ ابن قیم (ت، ۷۵۱) نے اس سلام پر اُمت کا تواتر نقل کرتے ہوئے لکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اُمتیوں کو یہ طریقہ بتایا کہ جب تم اہل قبور کو سلام کرو ان سے اس طرح سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے

هٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَ لَوْ لَا ذٰلِكَ لَكَانَ هٰذَا الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَ الْجَمَادِ

وَالسَّلَفُ يُجْمِعُوْنَ عَلٰى هٰذَا (۱)

(اور یہ خطاب ان سے ہے جو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف کا اس پر اجماع ہے)

اس پر شیخ سرفراز گکھڑوی نے جو لکھا وہ بھی سامنے لے آتے ہیں وہ سماعِ موتی پر دوسری دلیل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (ت، ۵۷ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ (۲)

(جناب رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے (مُردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا) سلام ہو تم پر اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو اور بلاشبہ ہم بھی ان شاء اللہ تعالیٰ تم سے ملنے والے ہیں)

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ الْحَدِيْثَ (۳)

(آنحضرت ﷺ صحابہ کو یہ تعلیم دیا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان میں جائیں (تو ان الفاظ سے انہیں سلام کہا کریں)

اور تعلیم کے الفاظ کے بغیر نفس سلام کہنے کی ان کی روایت نسائی ج ۱ ص ۲۲۲، سنن الکبریٰ ۴ ص ۷۹ اور مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۵۴ میں موجود ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مرفوعاً مروی ہے (ترمذی ج ۱ ص ۵۲۱، وقال حسن غریب ومسند احمد ومشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲۵) اور اسی مضمون کی روایت حضرت بشیر رضی اللہ عنہ بن الخصاصیہ (المتوفی ھ) سے بھی مروی ہے (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۰ وقال رواتہ

(۱) کتاب الروح۔ ۴

(۲) (مسلم ج ۱، ص ۱۲۶، ابوداود ج ۲، ص ۱۰۵ وسنن الکبریٰ ۴ ص ۷۸ ومسند ج ۲ ص ۳۰۰) ۳۰۰ ومشکوٰۃ ج ۱۰۵۹)

(۳) (مسلم ۱ ص ۳۱۴، ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۲، سنن الکبریٰ ج ۴ ص ۷۹، ومسند احمد ج ۵ ص ۳۵۳، وابن ابی

ثقات)اور اسی مضمون کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مجمع بن حارثہؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے (مجمع الزوائد ج ۶ ص ۶۰) ان کی سندیں اگرچہ کمزور ہیں مگر اصولِ حدیث کی رو سے پہلی صحیح روایات کی تائید، اِن سے ہوسکتی ہے۔

ان الفاظ اور اس انداز سے مُردوں کو سلام کہنے کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ خطاب کے اہل ہیں اور سلام کہنے والوں کا سلام سنتے ہیں اسی لیے تو آنحضرت ﷺ نے خود بھی مردوں کو سلام کہا اور اُمت کو اس کی تعلیم بھی دی کہ وہ بھی جب قبرستان میں جائیں تو اس طرح ان کو سلام کیا کریں۔اور حافظ ابن حجرؒ وَالسُّنَّةُ اَنْ يَّقُوْلَ الزَّائِرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ الخ (تلخیص الحبیر ص ۱۳۷) نے اس طرح سلام کہنے کو سنت سے تعبیر کیا ہے

حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ

وَثَبَتَ عَنْهُ ﷺ لِاُمَّتِهٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ اَنْ يُّسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ سَلَامَ مَنْ يُّخَاطِبُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ الْمُسَلِّمُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَهٰذَا خِطَابٌ لِمَنْ يَّسْمَعُ وَيَعْقِلُ وَ لَوْ لَا هٰذَا الْخِطَابُ لَكَانُوْا بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَالْجَمَادِ وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰى هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاٰثَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ بِزِيَارَةِ الْحَيِّ لَهٗ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ (۱)

(آنحضرت ﷺ سے اُمت کے لیے یہ حکم ثابت ہے کہ وہ جب اہلِ قبور کو سلام کرے تو اس طرح سلام کرے جس طرح مخاطب سے سلام کیا جاتا ہے سو تو سلام کہنے والا کہے اے مومنوں کی بستی میں رہنے والو تم پر سلام ہو اور یہ خطاب اس کو ہے جو سنتا اور جانتا ہے اگر ان کو یہ خطاب نہ ہوتا تو اس میں وہ ایسے ہوتے جیسے معدوم و جماد اور سلف وصالحین رحمہم اللہ کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں کہ جب کوئی زندہ،

مردہ کی زیارت کے لیے آتا ہے اور اسے سلام کہتا ہے تو اس کی آواز سے مردہ اس کو پہچان لیتا ہے اور اس کی آمد سے وہ خوشی محسوس کرتا ہے)

اس کے بعد انہوں نے اپنے اس دعوے کے اثبات کے لیے کئی روایات اور [illegible] نقل کیے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ

وَقَدْ شُرِعَ السَّلَامُ عَلَى الْمَوْتٰى وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُشْعِرْ وَلَا يَعْلَمُ بِالْمُسَلِّمِ مُحَالٌ (۱)

(بے شک مردوں پر سلام کہنا مشروع ہے، جو سلام کہنے والے کا نہ تو شعور رکھتا ہو اور نہ علم محال ہے)

اور اس بحث کے اختتام پر لکھتے ہیں کہ

فَهٰذَا السَّلَامُ وَالْخِطَابُ وَالنِّدَاءُ لِمَوْجُوْدٍ يَّسْمَعُ وَيُخَاطَبُ وَيَعْقِلُ وَيَرُدُّ وَاِنْ لَّمْ يَسْمَعِ الْمُسَلِّمُ الرَّدَّ وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ (۲)

(پس یہ سلام وخطاب اور نداء اس موجود کو ہے جو سنتا ہے اور اس سے خطاب کیا جا سکتا ہے اور جو سمجھتا ہے اور سلام کا جواب دے سکتا ہے اگرچہ سلام کہنے والا میت کے جواب کو نہیں سنتا اور اللہ تعالیٰ ہی خوب اور بہتر جانتا ہے)

ان صحیح احادیث اور سلف صالحینؒ کے اجماع واتفاق کے پیش نظر حافظ ابنِ کثیرؒ کا بیان اور تشریح خالص حق ہے اور شرعی طور پر اس میں ذرہ بھر بھی افراط وتفریط نہیں ہے

ابن کثیر کی یہ عبارت الحاقی ہے؟

مولف ندائے حق نے ص ۱۹۲ و ص ۲۹۲ میں بلاوجہ اس پر خاصا زور صرف کیا ہے کہ ابن کثیرؒ کی یہ عبارت الحاقی ہے کیونکہ یہ عبارت ابن کثیر جیسے محقق کی نہیں ہے جو [illegible] الی الشرک ہے بلکہ یار لوگوں کا الحاق ہے تفسیر ابن کثیرؒ ص ۴۴۵ کے حاشیہ پر [illegible] خدا کے بندے نے صاف لکھ دیا ہے کہ مِنْ هٰهُنَا اِلَى الْاٰيَةِ التَّالِيَةِ

[illegible] ص ۴۳۴

زَیَادَۃٌ مِنَ النُّسْخَۃِ الْمَکِّیَّۃِ وَھُوَ غَیْرُ مَوْجُوْدٍ فِی النُّسْخَۃِ الْاَمِیْرِیَّۃِ

اللہ اس لکھنے والے کے درجے بلند کرے جس نے ابن کثیرؒ کے سر سے الزام
اتارا۔صاحب تسکین الصدور پر تعجب ہے کہ وہ حاشیہ کی اس عبارت سے اغماض کر
ہیں اس محشیؒ کی عبارت سے ہمیں اپنے شیخ مولانا حسین علیؒ کے قول کی تصدیق ہوجاتی
جو آپ نے اپنی خودنوشت تفسیر بے نظیر میں تحریر فرمایا ہے ہر نبی کو خداوند کریم نے
دیا ہے کہ خالص اللہ کو پکارو اور کتابوں میں بھی یہی حکم بھیجا۔باغیوں نے خلاف کیا اور
دیا جن کو ان کا لکھا مل گیا ان کو شک پڑ گیا لیکن علماء ثقات نے بیان فرمادیا کہ یہ باغیوں
کا لکھا ہوا ہے ان کے بیان کرنے کے بعد جھگڑا غیر مقبول ہے وہ عذاب سے نہیں بچ
اب جو شخص خلاف قرآن کے لکھا ہوا دکھا دیوے اس کو کہو یہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اگر جس
کی طرف وہ نسبت کرتے ہیں وہ مقبول الٰہی ہے کہہ دو اس کی طرف کسی باغی نے نسبت کی
ہے اگر آیت الٰہی کے مقابلے میں صحیح حدیث لائیں کہ مطلب اس حدیث کا آیت کے
مخالف ہو تو کہہ دو کہ ہم ظاہر معنی والی آیت کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتے۔اس کا معنیٰ علماء کرام
بیان کریں گے اگر تاویل صحیح معلوم ہو سکے تو بیان کرے نہیں تو علماء کرام کے بیان
حوالہ کرے (۱)

الجواب:

ابن کثیر یہ عبارت لکھنے میں متفرد نہیں۔ابھی انشاء اللہ العزیز حافظ ابن قیمؒ
حوالہ بھی آرہا ہے تفسیر ابن کثیر طبع کرنے والوں کے پیش نظر طباعت کے وقت غالباً
نسخے تھے ایک مکیہ اور دوسرا امیریہ۔امیریہ کے نسخہ سے کاتب کی غلطی سے یہ عبارت
چھوٹ گئی ہوگی۔اور ایسا ہوتا رہتا ہے اس لیے مکیہ کے نسخے سے اس عبارت کو نقل کر
جو ابن کثیر ہی کی ہے اور اس کے الحاقی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔راقم اثیم
پیش نظر تفسیر ابن کثیرؒ کے دو نسخے ہیں ایک وہ جس کے حاشیہ پر معالم التنزیل ہے جو
المنار مصر میں طبع ہوئی اور دوسرا وہ نسخہ ہے جو معالم التنزیل کے بغیر ہے جو مطبع دار

العربیہ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاءہٗ نے طبع کرایا ہے ان دونوں نسخوں میں یہ عبارت
ہے اور ان نسخوں میں مکیہ کے نسخہ پر ہی اعتماد کیا گیا ہے مؤلف مذکورہ کا یہ جواب
الوقق ہے اور اس پر ان کا ضمیر بھی ضرور ان کو ملامت کرتا ہوگا (بشرطیکہ اجیر خاص
کہیں گروی نہ رکھ چکے ہوں) یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ سلام علی القبور
ہے اور نہ مفضی الیٰ شرک ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی قبور پر سلام کہا
کو اس کی تعلیم بھی دی' جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہو چکا ہے اور تفسیر ابن کثیرؒ
مفصل عبارت میں (جو مکتبہ امیریہ میں چھوٹ گئی ہے) بھی احادیث اور آثار پر
رکھی گئی ہے جہاں نہ قیاس کا دخل ہے اور نہ کسی بناوٹ و تصنع کا، اور نہ یہ قرآن
کے خلاف ہے اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت ﷺ ہرگز سلام علی القبور نہ کہتے اور
ان کی اُمت کو تعلیم دیتے۔حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ
ہے مگر مؤلف مذکور نرے مجذوب ہیں۔انہوں نے اس غیر متعلق حوالہ کو یہاں
ہے قرآن کریم اور حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے خلاف
نے لکھا ہوگا وہ ضرور باغیوں نے لکھا ہوگا۔مگر نہ تو اہلِ قبور کو سلام کہنا، ان کو
طریقے سے پکارنا ہے اور نہ یہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے بلکہ یہ اس
مطابق اور اس کی تعمیل ہے۔اس کے الحاقی ہونے کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔مؤلف
جس کتاب کا حوالہ اپنے مزاج مبارک اور اپنی فہم کے خلاف دیکھا ہے۔بے
بے محل اور بلاضرورت حضرت مرحوم کے اس حوالہ کو اکسیر اور امرت دھارا سمجھ کر
کیا ہے

ابن قیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں کہ

وَقَدْ شَرَعَ النَّبِیُّ ﷺ لِاُمَّتِہٖ اِذَا سَلَّمُوْا عَلٰی اَھْلِ
الْقُبُوْرِ اَنْ یُّسَلِّمُوْا عَلَیْھِمْ سَلَامَ مَنْ یُّخَاطِبُوْنَہٗ
فَیَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَھٰذَا

الْخِطَابُ بِمَنْزِلَةِ خِطَابِ الْمَعْدُوْمِ وَ الْجَمَادِ وَالسَّلَفُ مُجْمِعُوْنَ عَلٰی هٰذَا وَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنْهُمْ بِاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْرِفُ زِيَارَةَ الْحَيِّ لَهٗ وَيَسْتَبْشِرُ بِهٖ (۱)

(تحقیق سے آنحضرت ﷺ نے اپنے اُمتیوں کے لیے یہ مشروع قرار دیا ہے کہ وہ جب اہلِ قبور کو سلام کریں تو ان سے ایسے انداز سے سلام کریں جیسے مخاطب سے کیا جاتا ہے اور یہ خطاب ان سے ۔ ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ خطاب معدوم اور جماد سے ہوتا حالانکہ سلف صالحینؒ کا اسی پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے یہ خبریں منقول ہیں کہ مردہ اس زندہ کو (آواز سے) پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کے لیے آتا ہے اور مردہ کو اس سے خوشی بھی ہوتی ہے۔)

حافظ ابن کثیرؒ اور حافظ ابن قیمؒ اپنے دور میں موحدین کے سربراہ تھے اور ... چیز کے بارے میں ان بزرگوں کا ادنیٰ سا وہم بھی ہو جاتا کہ یہ شرک یا ذریعہ شرک ... اس کا صاف اور صریح الفاظ میں، جاندار الفاظ میں بے باک قلم سے بلا خوف لومۃ لائم ... کر دیتے تھے اور اس میں کسی مصلحت یا خطرہ کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ ان موحد ... حضرات کا یہ اقرار ہی نہیں بلکہ واضح عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کرنا کہ سماع موتیٰ ... ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک شرعی دلائل کے پیش نظر اس کے انکار ... کوئی گنجائش نہیں ہے

امام ابو عمر بن عبد البرؒ احادیث السلام علیٰ قبور کو ثابتہ متواترہ کہتے ہیں اور حافظ ابن قیمؒ بھی ان کے اس قول کی تائید کرتے ہیں (۲)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

سِمَاعُ الْمَيِّتِ لِلْاَصْوَاتِ مِنَ السَّلَامِ وَالْقِرَأَةِ حَقٌّ (۳)

---

(۱) کتاب الروح ص ۴ طبع حیدر آباد دکن
(۲) ملاحظہ ہو کتاب الروح ص ۱۲۴

(مردے کا سلام وقرأت کی آوازوں کو سننا حق ہے)

حضرت ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ

فَاِنَّ سَائِرَ الْاَمْوَاتِ اَيْضًا يَسْمَعُوْنَ السَّلَامَ وَالْكَلَامَ (۱)

(بے شک تمام مردے بھی سلام وکلام سنتے ہیں) (یعنی یہ سماع صرف حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ہی کی خصوصیت نہیں ہے)

علامہ محمد بن اسماعیل الامیر الیمانیؒ (المتوفی، ۱۱۸۲ھ) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ ۔ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

وَفِيْهِ اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ بِالْمَارِّ بِهِمْ وَ سَلَامِهٖ عَلَيْهِمْ وَ اِلَّا لَكَانَ اِضَاعَةٌ الخ (۲)

(اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مردوں کے پاس سے گزرنے والوں اور ان کو سلام کہنے والوں کو مردے (ان کی آواز سے) پہچانتے ہیں۔ ورنہ انہیں سلام کہنا ایک بے ہودہ حرکت ہوتی)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ (المتوفی، ۱۳۶۹ھ) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ

اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهُمْ يَعْرِفُوْنَ الزَّائِرَ وَ يُدْرِكُوْنَ كَلَامَهٗ وَسَلَامَهٗ (۳)

اس میں اشارہ ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور اس کے کلام وسلام کا ادراک وشعور رکھتے ہیں

ہماری گذارش:

جب تمام اہل علم تسلیم کرتے ہیں کہ السلام علیکم کے الفاظ خطاب ہیں اور یہ

---

(۱) مرقات ج ۲ ص ۲۱۰
(۲) سبل السلام ج ۲ ص ۱۵۷ طبع مصر
(۳) فتح الملہم ج ۱۵ ص ۱۴ ۳ (سماع الموتی، ۱۵۲ تا ۱۶۱)

مخاطب ہو کر ہی کہیں جا رہے ہوتے ہیں اور یہ دعا کے ساتھ ساتھ سلام بھی ہے ا
اہلِ قبور انہیں سن رہے ہوتے ہیں اگر معاملہ یوں نہ ہو تو یہ الفاظ بے کار اور مذاق بن
جائیں گے تو ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' میں خطاب ماننے میں کیوں جھجک
محسوس کی جاتی ہے حالانکہ یہ اس ذاتِ اقدس سے خطاب و نداء ہے جس کی اطاعت و
فرمانبرداری کی وجہ سے ان تمام کو یہ ساعتیں نصیب ہوتیں ہیں

بڑے افسوس کی بات ہے کہ باقی ہر جگہ ایسے الفاظ کو خطاب اور سلام پر ہی محمول کیا جائے لیکن ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کو محض خبر یا محض دعا قرار دینا اا اسے خطاب وسلام بھی تسلیم نہ کیا جائے یہ کہاں کا انصاف و دیانتداری ہے؟

لہٰذا جو الفاظ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں تعلیم دیئے ہیں انہیں اُن کی روح کے ساتھ ماننا اور پڑھنا ہی ایمان کا تقاضا ہے تو جیسے السلام علیکم اہل قبور کو خطاب وسلام ہے اس سے کہیں بڑھ کر ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کے کلمات خطاب وسلام ہیں

ہر جگہ اور ہر حال میں سلام خطاب:

مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ ہم قریب سے سننے کے قائل ہیں ہم دور سے سننا نہیں مانتے تو ہم عرض کرتے ہیں اگر دور سے سننا اور مخاطب کرنا غلط تھا تو اس کی تعلیم اللہ ورسول نے کیوں دی؟

جیسے دیگر اموات کو قریب جا کر ہی سلامِ خطاب کی تعلیم ہے ایسے ہی رسالتمآب ﷺ کے بارے میں بھی تعلیم ہوتی کہ قریب والے السلام علیک کہیں اور دور والے ایسے الفاظ سے سلام نہ کہیں، حالانکہ آپ ﷺ پر سلام، الفاظ خطاب میں ہر نمازی پر لازم کیا خواہ وہ قریب ہو یا دور، خواہ آپ کی ظاہری حیات ہو یا بعد از وصال، کسی حالت میں بھی کوئی فرق نہیں کیا تا کہ واضح ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اُمتیوں کا سلام سن سکتے ہیں اور جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' سے استدلال و تائید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

فَاِنَّ اَیْ حَرْفُ النِّدَاءِ عَلٰی اَنَّ فِیْهِ مُخَاطَبَةُ الْمَیِّتِ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَ یُسْتَفَادُ مِنْهُ اَنَّهٗ لَا یُقْتَصَرُ فِیْ جَوَازِهٖ عَلٰی اِشْتِرَاطِ قُرْبَةٍ مِّنَ الْمَیِّتِ بَلِ الْقُرْبُ وَالْبُعْدُ سَوَاْنِ فِیْ هٰذَا الْحُکْمِ وَ ذٰلِكَ لِاَنَّ الْمُصَلِّیْ کَانَ مَاْمُوْرًا بِهٰذَا الْقَوْلِ فِیْ تَشَهُّدِهٖ اَیْنَ کَانَ (۱)

(لفظ ای حرف نداء ہے، اس میں فوت کے بعد میت سے خطاب ہے اور اس سے یہ بھی سامنے آ رہا ہے کہ خطاب و نداء کے جواز کے لیے میت کے قریب ہونا ضروری نہیں بلکہ اس میں قریب و بعید دونوں کا حکم یکساں ہی ہے اس لیے کہ نمازی کو ہر جگہ یہی الفاظ پڑھنے کا حکم ہے خواہ وہ کہیں ہو)

انہوں نے ہی رد روح کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھا

اِنَّهٗ خِطَابٌ عَلٰی قَدْرِ فَهْمِ الْمُخَاطَبِیْنَ اَنَّهٗ لَا بُدَّ مِنْ رَدِّ الرُّوْحِ لِیَسْمَعَ حِکَایَتَهٗ فَکَاَنَّهٗ قَالَ اَسْمَعُهٗ تَمَامَ السَّمَاعِ وَاُجِیْبُهٗ تَمَامَ الْاِجَابَةِ (۲)

(یہ مخاطبین کے فہم و شعور کے مطابق ارشاد ہے کہ روح ایسی ضروری ہے تا کہ سلام کو سنا جا سکے گویا فرمایا میں کامل طور پر سلام سنتا ہوں اور کامل طور پر اس کا جواب دیتا ہوں)

---

(۱) التوسل واحکامہ ۵۶

فصل:

ایک اہم مغالطہ کا جواب

بعض لوگ یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ یہ اسی طرح کا معاملہ ہے جیسے دنیا میں رسول اللہ ﷺ قریب سے خود سن لیتے اور دور کی بات آپ ﷺ کی خدمت میں دوسرے ذرائع سے پہنچائی جاتی۔

ڈاکٹر خالد محمود نے یہی بات ان الفاظ میں لکھی ہے

حضور جب دنیا میں تھے تو بھی عام حالت یہ تھی کہ قریب والے کی بات سنیں اور دور کی بات سے اطلاع پائیں وفات کے بعد جب قوتِ سامعہ اسی ظاہری انداز پر ہے تو ظاہر ہے کہ قبر مبارک میں آپ قریب سے سنیں گے اور دور والے کا درود وسلام آپ کو پہنچایا جائے۔ (۱)

حالانکہ یہ محض مغالطہ ہے کیونکہ قرآن وسنت نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضراتِ انبیاء علیھم السلام کو ایسے قوی حواس دیے ہیں کہ اگر وہ دور کی بات کو از خود سننا چاہیں تو وہ سن سکتے ہیں ان کے حواس کو دوسرے لوگوں کے حواس کی طرح ہرگز نہ سمجھا جائے ان میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر طاقت وقوت عطا کر رکھی ہے کہ کوئی دوسرا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اس حوالہ سے قرآن مجید کے یہ واقعات نہایت ہی قابلِ مطالعہ ہیں

۱۔ میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو پا رہا ہوں:

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا

﴿اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا﴾ (۱)

(یہ میری قمیص لے جاؤ اسے میرے والدِ گرامی کے چہرے پر ڈالو تو ان کی بینائی لوٹ آئے گی)

جب قافلہ قمیص لے کر مصر سے چلا، تو ملکِ شام میں تشریف فرما حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے خاندان کو جمع کر کے فرمایا

﴿اِنِّىۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ لَوۡلَاۤ اَنۡ تُفَنِّدُوۡنِ﴾ (۲)

(کہا بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے یہ نہ کہو کہ بہک گیا ہے)

۲۔ نبی علیہ السلام نے چیونٹی کی آواز و گفتگو سن لی:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے، راستہ میں چیونٹیوں کا علاقہ تھا، ان کی سربراہ نے انہیں حکم دیا تم لوگ اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ کہیں تم کچلی نہ جاؤ، جب اس نے چیونٹیوں سے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی گفتگو سنی

﴿فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا﴾ (۳)

(تو وہ چیونٹیوں کی بات سن کر مسکرا دیے)

۳۔ بلقیس کے تخت کا لانا:

اسی سورہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک اُمتی کی طاقت وقوت بھی بیان کی ہے کہ ملکہ بلقیس کی آمد کے موقعہ پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اُمتیوں اور درباریوں سے فرمایا، بلقیس کی آمد سے پہلے اس کے تخت کا یہاں لایا جانا ضروری ہے۔

﴿اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا﴾ (۴)

(۱) یوسف: ۹۳
(۲) یوسف: ۹۴

(تم میں سے اس کا تخت کون یہاں لائے گا)

ایک جن نے عرض کیا، میں لے آتا ہوں، فرمایا کتنا وقت لگاؤ گے؟ عرض کیا

﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ﴾ (۱)

(میں لاتا ہوں آپ کے قیام سے پہلے)

فرمایا نہیں اس سے پہلے چاہیے، غور کیجیے، اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے کس قدر طاقت دی ہے کیونکہ اگر ایسی طاقت ہی کسی کے پاس نہیں تو اللہ کے نبی کا یہ مطالبہ اور حکم دینا کہ جلدی چاہیے کیسے ممکن تھا تو اس پر ایک آدمی اٹھا جس کے پاس کتاب کا علم تھا عرض کرنے لگا

﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ط﴾ (۲)

(میں اسے لاتا ہوں آپ کے آنکھ جھپکنے سے پہلے)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت سامنے پایا تو پکار اٹھے

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ﴾ (۳)

(یہ میرے رب کا فضل ہے)

یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کے ایک اُمتی کی عظمت وشان بیان کی تا کہ لوگوں کو یہ احساس ہو کہ جن کی اُمت میں اسقدر عظیم قوتوں کے مالک لوگ موجود ہیں تو ان انبیاء علیہم السلام کی عظمت وشان کس قدر بلند ہوگی؟

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج ہم ان قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ ہوکر تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اللہ والوں کی شانوں کا انکار کرتے ہوئے انہیں خصوصاً سید الانبیاء کو دور سے سننے والا ہی نہیں مان رہے۔

حبیب خدا ﷺ کی شان اقدس

اس حوالہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان اقدس ہے

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ

(۱) النمل، ۳۹،

(میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ پاتے)

یہ بھی فرمایا

اِنِّیْ اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ

(میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے) (۱)

کہاں تک دیکھتے وسنتے ہیں

آپ ﷺ کہاں تک دیکھتے وسنتے ہیں اس کی حد بندی ہمارے مطالعہ میں نہیں اور اگر کسی کے مطالعہ میں ہے تو وہ ہمیں ضرور آگاہ کرے ہاں اس کی وسعت کے حوالہ سے کچھ ارشادات قرآن وسنت میں موجود ہیں

آسمانی آواز کا سننا

آسمان، زمین سے نوری پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اس میں جو آواز پیدا ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ اسے سن لیتے ہیں، جب آپ ﷺ نے فرمایا میں وہ سنتا ہوں [illegible] سنتے تو ساتھ ہی فرمایا

اِنِّیْ اَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ (۲)

(میں آسمان کی چڑچراہٹ سن رہا ہوں)

یعنی آپ ﷺ نے اپنے سننے کی وسعت کی نشاندہی بھی خود فرمادی

علماء کا استدلال

جب حضرت راجز رضی اللہ عنہ کی مدد کا معاملہ سامنے آیا کہ انہوں نے مکۃ المکرمہ میں آپ ﷺ سے مدد مانگی اور فریاد رسی کا عرض کیا تو آپ ﷺ نے شہر مدنیہ میں ان کی آواز وفریاد سن کر ان کی حاجت روائی کی

تو اس پر اہل علم نے یہی لکھا کہ یہ بات کسی اچھنبے کی نہیں کیونکہ آپ تو آسمان کی آواز سن لیتے ہیں مثلاً امام زرقانی (ت، ۱۱۲۲) کے الفاظ ہیں

(۱) سنن ترمذی

(۲) سنن ابن ماجہ، ۹۰۳

لَا بُعْدَ فِي ذٰلِكَ فَقَدْ رَوٰى اَبُو نُعَيْمٍ مَرْفُوعًا اِنِّي لَا سْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ (۱)

(اس میں کوئی بُعد واعتراض نہیں کیونکہ امام ابونعیم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان عالی نقل کیا کہ میں آسمانوں کی آواز سن لیتا ہوں)

امام جلال الدین سیوطی (ت،۹۱۱) نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ کائنات کے کسی گوشہ میں سلام عرض کرنے والے کا سلام خود سنتے اور اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اس پر دلیل دیتے ہوئے جو کچھ لکھا وہ انہی کے الفاظ میں پڑھ لیجیے، لکھتے ہیں

شیخ فاکہانی کے جواب سے ایک یہ جواب سامنے آتا ہے کہ

تَكُونُ الرُّوحُ كِنَايَةً عَنِ السَّمْعِ وَيَكُونُ الْمُرَادُ اَنَّ اللّٰهَ يَرُدُّ عَلَيْهِ سَمْعَهُ الْخَارِقَ لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ يَسْمَعُ الْمُسَلِّمَ وَ اِنْ بَعُدَ قُطْرُهُ، وَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اِحْتِيَاجٍ اِلٰى وَاسِطَةِ مُبَلِّغٍ، وَ لَيْسَ الْمُرَادُ سَمْعَهُ الْمُعْتَادَ ـ وَقَدْ كَانَ لَهُ ﷺ فِي الدُّنْيَا حَالَةٌ يَسْمَعُ فِيهَا سَمْعًا خَارِقًا لِلْعَادَةِ بِحَيْثُ كَانَ يَسْمَعُ اَطِيْطَ السَّمَاءِ كَمَا بَيَّنْتُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ الْمُعْجِزَاتِ وَهٰذَا قَدْ يَنْفَكُّ فِي بَعْضِ الْاَوْقَاتِ وَيَعُودُ، لَا مَانِعَ مِنْهُ، وَحَالَتُهُ ﷺ فِي الْبَرْزَخِ كَحَالَتِهِ فِي الدُّنْيَا سَوَاءٌ (۲)

(روح کا لوٹانا یہ ہے کہ آپ ﷺ درود وسلام سنتے ہیں اور مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر بطور خرق عادت سماعت لوٹاتا ہے کہ آپ سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ کتنا ہی دور ہو اور پہنچانے والے کے واسطہ کے بغیر اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں اور یہاں بطور عادت سننا مراد نہیں جس طرح آپ دنیا میں خلاف عادت سن لیتے مثلاً آپ ﷺ آسمانی چرچراہٹ سنا کرتے جس کا تفصیلی ذکر ہم نے کتاب المعجزات

میں کیا ہے اور یہ حالت بعض اوقات جدا ہوسکتی ہے اور پھر لوٹ سکتی ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں اور آپ ﷺ کی برزخ میں شان وحالت دنیا کی حالت کی طرح ہے)

بصارت نبوی ﷺ کا مقام

اسی طرح آپ ﷺ کی بصارت کا مقام احادیث میں یوں آیا ہے کہ میں ساری کائنات کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ کرتا ہوں

روایت کے الفاظ ہیں

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذَا (۱)

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میرے سامنے کردی ہے میں اسے اور قیامت تک ہونے والے معاملات کو اپنے اس ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں)

اسی طرح آپ ﷺ کے دیگر حواس کی قوتوں کا ذکر احادیث میں موجود ہے

قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی قوتیں

بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ آشکار کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی [illegible] ہیں، اللہ تعالیٰ کی قوت کا مظہر ہیں، اس لیے فرمایا

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ﴾ (۲)

(وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے)

اور دوسرے مقام پر فرمایا

﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (۳)

(اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی)

جب قرآن وسنت اس سے مالا مال ہیں کہ رسالتمآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے اور دیکھنے کی قوت فرما رکھی ہے تو ہمیں دل وجان سے اسے تسلیم کر لینا چاہیے

فصل:

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے الفاظ تشہد بدل دیئے تھے

(ایک اہم مغالطہ کا جواب)

جواز یارسول اللہ ﷺ کے مخالفین یہ بھی مغالطہ دیتے ہیں کہ تمہارا الفاظ تشہد اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، سے استدلال درست نہیں کیونکہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد ان الفاظ میں تبدیلی کردی تھی اب وہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کے بجائے اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، پڑھا کرتے تھے، ان کا یہ معمول رہا ہے کہ اب یارسول اللہ کہنا جائز نہیں تبدیلی پر یہ حوالہ جات ملاحظہ کریجیے

امام بخاری نے کتاب الاستیذان میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث تشہد نقل کی جس کے آخر میں ہے ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ، پڑھا کرتے

وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْنَا فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ

(جبکہ آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے جب وصال ہو گیا تو ہم السلام (بقول راوی) علی النبی کہا کرتے)

امام ابوعوانہ، السراج، جوزقی، ابونعیم اصبہانی، بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

(جب وصال ہو گیا تو ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے)

انہی روایات کے پیش نظر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا

هٰذَا مَا يَقْتَضِي الْمُغَايَرَةَ بَيْنَ زَمَانِهِ ﷺ فَيُقَالُ

بِلَفْظِ الْخِطَابِ وَلَا بَعْدَهُ فَيُقَالُ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ(۱)

(ان کا تقاضا مغایرت ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں السلام علیک اور بعد از وصال غیبت کے الفاظ پڑھا کرتے تھے)

سرفراز خاں صفدر نے یہی استدلال ان الفاظ میں ذکر کیا

لیکن اس کا کیا کریں کہ یہی اکابر حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے بجائے 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے

(صحیح بخاری، ج۲، ص۹۲۶) وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے (۲)

اشرف علی تھانوی نے بھی یہی بات تحریر کی ہے ان کی عبارات کتاب میں

ہماری گزارشات

اس اعتراض واشکال کے سلسلہ میں ہماری چند گذارشات ہیں

بطور انشاء پڑھنے کا ثبوت

اگر اس تبدیلی کو تسلیم کر لیا جائے تو کم از کم آپ لوگوں کو یہ تو مان لینا چاہیے کہ نماز کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء ہیں اگر کلمات بطور حکایت تھے تو صحابہ کو ان میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہ آتی، ان وصال نبوی ﷺ کے بعد انہیں تبدیل کرنا اور ان کی جگہ خطاب کے بجائے غیبت کے ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' لانا بتا رہا ہے کہ وہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' رسول اللہ ﷺ کو بطور خطاب عرض کیا کرتے ہاں وصال کے بعد الفاظ ہے کہ اب مخاطبہ دشوار ہے

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵

(۲) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۲۳

یہی بات مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵ھ) نے لکھی ہے

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس سلام کو بطور [illegible]
کہا کرتے تھے اسی وجہ سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد سے لفظ خطاب
کو بدل دیا اور السلام علی النبی کہنا شروع کر دیا کیونکہ اگر یہ سلام بطور حکایت [illegible]
بدلنے کی کچھ ضرورت نہ تھی پس یہ ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ کہ حکایت (۱)

۲۔ دور والے صحابہ کا معاملہ

پیچھے روایاتِ تشہد میں واضح طور پر آچکا ہے کہ تمام صحابہ خواہ وہ قریب [illegible]
دور، آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ہی پڑھا [illegible]
یعنی دور رہنے والے صحابہ بھی وہی الفاظ پڑھا کرتے جو قریبی پڑھتے اور وہ 'السلام
علیك ایھا النبی' ہیں تو صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہی الفاظ بدل [illegible]
حالانکہ انھوں نے نہیں بدلے۔

اب اگر مان لیا جائے کہ صحابہ نے وصال کے بعد یہ الفاظ بدل دیے تو [illegible]
اعتراض وارد ہوگا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں دور ہوتے ہوئے تو ان [illegible]
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ سے سلام عرض کرتے حالانکہ ان کے یہی الفاظ تھے [illegible]
روایات میں صراحت ہے۔

یا وہ وصال کے بعد بھی انہی الفاظ سے سلام جاری رکھیں کیونکہ اب [illegible]
حالت ظاہری حیات کی طرح دور ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اب بھی زندہ بلکہ [illegible]
بھی بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴ھ) ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

يَلْزَمُهُمْ اَحَدُ اَمْرَيْنِ اِمَّا اَنَّهُمْ فِيْ بُعْدِهِمْ عَنْهُ فِيْ
حَيَاتِهِ ﷺ بِنَحْوِ سَفَرٍ كَانُوْا لَا يُخَاطِبُوْنَهُ فَيُنَافِيْ
عُمُوْمَ قَوْلِهِ كَانُوْا فِيْ حَيَاتِهِ يَقُوْلُوْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَ اِمَّا اَنَّهُمْ يُخَاطِبُوْنَهُ فَهُوَ فِيْ حَيَاتِهِ كَمَا حَالَ

(۱) انوار احمدی، ۲۰۲

[illegible] عَنْهُ ﷺ فِيْ حَيَاتِهِ اِذْ هُوَ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهِ يُصَلِّيْ (۱)

ان پر ان دو امور میں سے ایک لازم آئے گا کہ جب صحابہ آپ ﷺ
کی ظاہری حیات میں درود پڑھتے مثلاً سفر میں تو وہ آپ کو خطاب کے
الفاظ سے سلام نہ کرتے تو یہ اس قول کے عموم کے منافی ہیں کہ وہ ظاہری
حیات میں السلام علیک ہی کہتے تھے اور خطاب کیا کرتے تو حالت وصال
میں آپ ﷺ اس طرح ہیں جیسے وہ ان سے حالتِ حیات میں دور تھے
کیونکہ آپ مزار انور میں زندہ اور نماز ادا فرماتے ہیں)

اگر بات دوری کا مسئلہ ہے تو چاہیے تھا ظاہری حیات میں مکۃ المکرمہ، جدہ اور دیگر
[illegible] سفر میں مسلمان اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ سے سلام نہ عرض کیا کرتے بلکہ
السلام علی النبی کہتے حالانکہ تمام مسلمان واصحاب انہی کلمات سے سلام کہتے
[illegible] مسلمان کہہ رہے ہیں اگر سبب یہی ہوتا تو دور والے صحابہ آپ ﷺ کی
[illegible] ان الفاظ بدل لیتے حالانکہ انھوں نے نہیں بدلے۔

کیا صحابہ رضی اللہ عنہم ایسی جسارت کر سکتے ہیں؟

اس بارے میں تمام اُمت کا اتفاق ہے کہ نماز میں کلمات تشہد، اللہ تعالیٰ اور
رسول ﷺ کے تعلیم فرمودہ ہیں جب انھوں نے السلام علیک کی تعلیم دی ہے تو
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اجتہاد سے اس میں کوئی تبدیلی لا سکتے ہیں؟ صحابہ کے
[illegible] سوچنا بھی درست نہیں بلکہ ایسا کہنے والا ان پر ظلم و زیادتی کرے گا
[illegible] ﷺ کے طریقہ سے اختلاف کرنے والوں سے تاحیات گفتگو منقطع کر
[illegible] وہ آپ ﷺ کی دی ہوئی تعلیم میں تبدیلی کر لیں امام ابن بلقینی نے کیا
[illegible]

وَكَيْفَ تُسْقِطُ الصَّحَابَةُ صِيْغَةً عَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ
[illegible] بِالرَّاْيِ وَالْاِجْتِهَادِ مَعَاذَ اللهِ اَنْ يُظَنَّ بِهِمْ ذٰلِكَ (۲)

[illegible]

(صحابہ کرام ان الفاظ کو اپنے اجتہاد اور رائے سے کیسے ترک کر سکتے ہیں
جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہو معاذ اللہ ایسا ان کے بارے میں
گمان بھی نہیں کیا جاسکتا)
یعنی صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کے الفاظ وکلمات میں تبدیلی کا تصور بھی نہیں کر سکتے

الفاظ صحابہ رضی اللہ عنھم کی توجیہہ

امام ابن بلقینی نے الفاظ صحابہ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ
کی خوبصورت توجیہ بھی کی کہ اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے الفاظ
وخطاب ختم کر دیئے تھے بلکہ وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم نے بعد از وصال بھی انہی الفاظ
سلام کو جاری رکھا جن کی تعلیم ظاہری حیات میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دی تھی ان کے
الفاظ ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ ذَكَرَہ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ
مِنَ اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ مَعْنَاهُ الَّذِیْ یَظْهَرُ
اَنَّ الْخِطَابَ مُسْتَمِرٌّ بَعْدَ قَبْضِهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ حَیٌّ ﷺ
فَالْمَعْنٰی ذَكَرْنَا صِیْغَةَ السَّلَامِ الَّتِیْ عَلَّمْنَاهَا فِیْ
حَیَاتِهٖ لِئَلَّا یَظُنَّ ظَانٌّ اَنَّ ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ
بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(جو روایات آئی ہیں ان میں تصریح نہیں اس لئے کہ ان کے الفاظ سے
خطاب کا ترک ہی متعین نہیں ہوتا بلکہ ان سے یہ معنیٰ ظاہر ہو رہا ہے کہ
وصال کے بعد بھی الفاظِ سلام بصورتِ خطاب ہی جاری رہے کیونکہ
آپ ﷺ زندہ ہیں تو ان کا معنی یہ ہے کہ ہم انہی الفاظ سے سلام کہتے
جو آپ ﷺ نے ظاہری حیات میں سکھائے تھے تا کہ کوئی یہ گمان نہ
کرے کہ وصال کے بعد سلام ختم ہو گیا ہے)
اگر چہ اس توجیہ پر امام قطب الدین خیضری (ت، ۸۹۴) نے اعتراض اٹھایا

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۲

کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ کے موافق نہیں کیونکہ وہ حیات ظاہری
اور وصال میں فرق کر رہے ہیں لہٰذا اسے ایک ہی قرار نہیں دیا جاسکتا
لیکن امام خیضری کی گفتگو دیگر کتب کے الفاظ کی بنا پر ہو سکتی ہے اگر الفاظِ
بخاری (جو اصح ہے) کو سامنے رکھا جائے تو امام ابن بلقینی کی گفتگو ہی قابل توجہ ہے اس
کی تفصیل دوسرے مقام پر آ گئی ہے

۴۔ بعض یا تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم

کیا یہ تبدیلی بعض صحابہ نے کی یا تمام نے کی؟ اگر تمام نے کر دی تھی تو ہم یہ
بات تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر تمام نے نہیں کی بلکہ بعض نے کی اور اسے دیگر نے قبول نہیں
کیا بلکہ اپنی اپنی خلافت کے دوران خلفاء راشدین نے وہی کلمات تشہد سکھائے جو آج
ہم پڑھتے ہیں مثلاً حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما کر جس تشہد کی
مسلمانوں کو تعلیم دی اس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کے کلمات ہیں۔ اس
اجتماع میں ہزار ہا صحابہ موجود تھے کسی نے بھی اس میں اختلاف نہ کیا،

۱۔ امام قطب الدین خیضری (ت، ۸۹۴) امام ابن بلقینی کے حوالہ سے تشہد عمر
رضی اللہ عنہ کی ترجیح پہ دلیل دیتے ہیں۔

اِنَّ عُمَرَ كَانَ یُعَلِّمُهُ النَّاسَ عَلَی الْمِنْبَرِ بَیْنَ ظَهْرَانِ
الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ مِنْهُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ یُسْمَعْ مِنْ
اَحَدٍ مِّنْهُمْ نَكِیْرٌ فَصَارَ اِجْمَاعٌ عَلَی التَّرْجِیْحِ (۱)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جن صحابہ کی موجودگی میں منبر پر جلوہ افروز ہو
کر لوگوں کو تشہد کی تعلیم دی ان میں حضرت ابن مسعود بھی تھے تو کسی نے
بھی اس پر اعتراض نہیں کیا تو ترجیح پر اجماع ہو گیا)

۲۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری (ت، ۱۳۴۶) نے شرح سنن ابوداؤد میں لکھا
اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کے کلمات بعض صحابہ کی رائے اور اجتہاد تھا لہٰذا ان کی
رسول اللہ ﷺ کے سکھائے الفاظ ہی اولیٰ وافضل ہیں اس پر یہ دلیل بھی دی کہ

وَقَدْ كَانَتِ الصَّحَابَةُ فِيْ زَمَانِهٖ ﷺ يَغِيْبُوْنَ فِيْ اَسْفَارِهِمْ فِي الْغَزَوَاتِ وَغَيْرِهَا وَلَا يَتَشَهَّدُوْنَ اِلَّا بِمَا تَعَلَّمُوْا لَفْظَ التَّشَهُّدِ بِالْخِطَابِ مِنْ رَّسُوْلِ ﷺ وَعَلٰى هٰذَا الَّذِيْ قَالُوْا بَعْدَ وَفَاتِهٖ ﷺ كَانَ يَلْزَمُ اَنْ يَّقُوْلُوْا فِيْهَا فِي التَّشَهُّدِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ فَلَمَّا لَمْ يَقُوْلُوْا ذٰلِكَ فِي الْغَيْبَةِ عَنْهُ ﷺ كَيْفَ يَجُوْزُ اَنْ يُّبَدِّلُوْا بَعْدَهٗ لَفْظَهٗ ﷺ الْخِطَابَ بِالْغَيْبَةِ (۱)

(صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں دور و غائب ہوتے مثلاً غزوات وغیرہ کے لئے سفر میں ہوتے تو وہ وہی کلماتِ تشہد بصورتِ خطاب السلام علیک پڑھتے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں سکھائے اگر بعد از وصال تبدیلی مان لی جائے تو لازم تھا کہ وہ اس حالت میں السلام علی النبی پڑھتے جب آپ سے حالت غیبت و دوری میں انھوں نے ایسا نہیں کیا تو اب کیسے ممکن ہے کہ صحابہ بعد از وصال الفاظِ خطاب کو الفاظِ غیبت سے بدل دیں؟)

۳۔ یہی بات بعینہ شیخ زکریا سہارنپوری (ت، ۱۴۰۲) نے ان الفاظ میں لکھی

اگرچہ روایات میں الفاظِ تشہد بصورت خطاب ہی ہیں البتہ بعض صحابہ مثلاً حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر سے یہ منقول ہے کہ وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد الفاظ غائب 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کہا کرتے

لٰكِنَّ جُمْهُوْرَ الصَّحَابَةِ وَسَائِرَ الْفُقَهَاءِ مُتَظَافِرُوْنَ عَلَى التَّشَهُّدِ بِصِيْغَةِ الْخِطَابِ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا فِيْ حَيَاتِهٖ وَوَفَاتِهٖ ﷺ لِمَا اَنَّهٗ ثَبَتَ عَنْهُ ﷺ بِهٰذَا اللَّفْظِ وَعَلَّمَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ هٰكَذَا بِدُوْنِ التَّفْرِيْقِ بَيْنَ الْحَاضِرِ مِنْهُمْ وَ الْغَائِبِ مَعَ اَنَّ الصَّحَابَةَ كَانُوْا يَغِيْبُوْنَ عَنْهُ ﷺ فِي السَّرَايَا وَالْاَسْفَارِ وَلَا

يُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْحُضُوْرِ وَالْغَيْبَةِ (۱)

(لیکن جمہور صحابہ اور تمام فقہاء اُمت کلماتِ تشہد السلام علیک پر متفق ہیں اور وہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات اور وصال میں فرق نہیں مانتے کیونکہ آپ ﷺ سے یہی الفاظ ثابت اور ان کی ہی آپ نے تعلیم دی اور اس میں غائب اور حاضر کی کوئی تفریق نہیں کی حالانکہ صحابہ کرام آپ ﷺ سے دور غزوات اور سفروں میں ہوا کرتے لیکن وہ سامنے موجود اور دوری میں کوئی فرق نہیں کیا کرتے)

یعنی وہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی پڑھا کرتے تھے

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) انہی کلمات پر مشتمل تشہد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ خلفاءِ اربعہ نے اپنے اپنے دور میں اس تشہد کی تعلیم دی لہذا ہمیں بھی اس کو اختیار کرنا چاہیے نہ کہ کسی دوسرے کو، رہا خطاب کا معاملہ تو یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت ہے کہ نماز کے اندر آپ ﷺ سے مخاطب ہونا جائز ہے البتہ کسی دوسرے کے لئے ایسا جائز نہیں بلکہ ایسا کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ان کے الفاظ ہیں:

اِذْ اَجْمَعَ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى اَنَّ الْمُصَلِّيَ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَاَنَّ هٰذَا مِنْ خُصُوْصِيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِذْ لَوْ خَاطَبَ مُصَلٍّ اَحَدًا غَيْرَهٗ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ (۲)

(خلفائے راشدین کا اتفاق ہے کہ نمازی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ اگر نمازی آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور سے مخاطب ہو کر السلام علیک کہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی)

---

(۱) اوجز المسالک، ۱، ۴۶۲

بعض نے بھی تبدیلی نہیں کی

یہاں یہ بات نہایت ہی اہم اور قابل توجہ ہے کہ اگر بعض نے ان الفاظ میں تبدیلی کردی تھی تو انھوں نے ایسے مواقع پر اپنے اختلاف کا اظہار کیوں نہ کیا، پہلے آپ پڑھ چکے کہ ان اجتماعات میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے اور انھوں نے کہیں بھی اختلاف کا اظہار نہیں کیا جس سے یہ واضح اور آشکار ہو جاتا ہے کہ بعض نے بھی ہرگز کوئی تبدیلی نہیں کی، وہ بھی ہمیشہ انہی کلمات 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' کے ساتھ سلام عرض کرتے

امام ابن بلقینی نے اس تبدیلی کا انکار کرتے ہوئے خوب لکھا

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب تشہد کی تعلیم دی تو اس وقت حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے

وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ نَكِيْرٌ فَصَارَ إِجْمَاعٌ عَلَى التَّرْجِيْحِ فَتَقَرَّرَ بِذٰلِكَ أَنَّ هٰذَا لَا يَصِحُّ عَنِ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ كَيْفَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِيْ خِلَافَتِهٖ يُعَلِّمُ النَّاسَ ذٰلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ بَعْدَ وَفَاةِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَلَوْ قُدِّرَ مُخَالِفٌ لَمْ يَقْدَحْ ذٰلِكَ فِي الْإِجْمَاعِ (۱)

(اور ان میں سے کسی ایک نے بھی اعتراض نہ اٹھایا تو اب السلام علیک پر اجماع ہوگیا تو ثابت ہوگیا کہ یہ تبدیلی کسی سے بھی ثابت نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق کے وصال کے بعد منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم تشہد دی آپ کے اس کے عمل کے بعد کسی کا اختلاف بالفرض مان بھی لیا جائے تو اجماع میں فرق نہیں)

الغرض ایسی کوئی تبدیلی صحابہ سے ثابت نہیں وہ تمام نماز میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھا کرتے

امام محمد عابد سندھی (ت، ۱۲۵۷) نے اس بات کو اس طرح لکھا

لَا شَكَّ أَنَّ الشَّارِعَ ﷺ عَلَّمَ لَفْظَ التَّشَهُّدِ وَقَدِ اشْتَمَلَ عَلَى الْخِطَابِ وَلَمْ يَقُلْ لَهُمْ إِنَّهُمْ يُخَالِفُوْنَ بِذٰلِكَ اللَّفْظِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مَعَ أَنَّ الْمُوْجِبَ فِي الْإِتْيَانِ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ كَانَ مَوْجُوْدًا فِيْ زَمَانِهٖ ﷺ لِغَيْبَتِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْأَسْفَارِ وَالْمَغَازِيْ وَالسَّرَايَا وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْقُلْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ كَانَ تَشَهَّدَ بِلَفْظِ الْغَيْبَةِ فِيْ تِلْكَ الْحَالَاتِ (۱)

(بلاشبہ شارع علیہ السلام نے الفاظ تشہد سکھائے اور وہ خطاب پر ہی مشتمل ہیں اور صحابہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میرے وصال کے بعد ان الفاظ کو بدل لینا حالانکہ الفاظ غائب لانے کا سبب آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں موجود تھا کیونکہ صحابہ سرایا، مغازی اور اسفار کی وجہ سے آپ ﷺ سے دور ہوتے لیکن کسی ایک سے بھی یہ منقول نہیں کہ انہوں نے ایسے مواقع پر الفاظ غائب پڑھے ہوں۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کو تعلیمِ تشہد

جن روایات میں تبدیلی کا ذکر ہے وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ [illegible] ہیں حالانکہ انھوں نے بھی اپنے تلامذہ تابعین کو جو تشہد سکھایا وہ وہی ہے جس کی تعلیم [illegible] رسول ﷺ نے دی، آئمہِ اُمت نے حدیث مسلسل بیان کی جس میں ہے کہ حضرت [illegible] کہتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا

أَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَعَلَّمَنِي التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ وَكَانَ يَأْخُذُ عَلَيْنَا بِالْوَاوِ وَ الْأَلِفِ وَاللَّامِ (۲)

---

(۱) المواہب اللطیفۃ شرح مسند ابی حنیفۃ، ۲۹۴

(۲) [illegible] ۳۲۳

(رسول اللہ ﷺ نے مجھے پکڑ کر تشھد کی تعلیم دی جیسے سورۃ القران کی مجھے تعلیم دی اور حضرت ہم پر تشھد کے واو، الف اور لام تک کی حفاظت کا اہتمام کرتے)

محقق شیخ عبدالرزاق غالب مہدی نے اس کے تحت لکھا

وَهٰذَا يُسَمّٰى مِنَ الْعُلَمَاءِ الْحَدِيْثَ الْمُسَلْسَلَ وَ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ عَلٰى كُلِّ حَالٍ (۱)

(علماء ایسی روایات کو حدیث مسلسل کہتے ہیں اور اس کی سند ہر حال میں حسن کا درجہ رکھتی ہے)

یعنی حضرت عبداللہ اپنے تلامذہ کو وہی تشھد سکھاتے جو رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا اور اس میں کوئی حرفی تبدیلی بھی برداشت نہ کرتے

دو تائیدات

اس پر ہمیں دو اور تائیدات بھی ملتی ہیں

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گفتگو

سنن سعید بن منصور میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ تشھد سکھایا اور کلمات پڑھے جن میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے کلمات تھے حضرت ابنِ عباس نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات تھی ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہا کرتے تھے؟

اس کے جواب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هٰكَذَا عَلَّمَنَا وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ

(رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم یونہی دی ہے اور ہم اسے اسی طرح سکھایا کرتے ہیں)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس پر لکھتے ہیں

فَظَاهَرَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَهٗ بَحْثًا وَاَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ

لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ (۱)

(ظاہر بات یہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بطور اعتراض یہ بات کہی مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس طرف توجہ ہی نہ دی)

اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں تبدیلی ہوتی تو حضرت ابن عباس کی بات کا رد نہ کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے لیکن دیکھا انھوں نے ان کی تردید کی جو واضح کر رہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہاں بھی کوئی تبدیلی نہیں

۲۔ احناف کا موقف

علمائے احناف نے متعدد دلائل کی بنا پر تشھدِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہی لیا ہے اور دیگر تشھد ابن عباس اور تشھدِ علی رضی اللہ عنھم کو نہیں لیتے، آپ کسی بھی کتاب کا مطالعہ کرلیں احناف نے تشھدِ ابن مسعود کے جو الفاظ نقل کیے ہیں ان میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ ہی ہیں وہاں السلام علی النبی کہیں نظر نہیں آئے گا۔

اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے الفاظِ تشھد میں تبدیلی کی ہوتی تو علماء احناف ان سے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ کم از کم نقل نہ کرتے کیونکہ یہ تو سراپا جھوٹ بنتا ہے کہ وہ 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کا درس دیں مگر تمام آئمہ ان سے السلام علیک کے کلمات ہی نقل کریں۔

جب تعلیم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ' کی ہی دیتے ہیں اور ان سے تمام اُمت نے بھی یہی نقل کیا ہے تو اس سے واضح ہو گیا کہ دوسری رائے شاذ ہے اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے۔

شیخ محمد عوامہ مدنی نے حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے اس کا خلاصہ یوں ذکر کرتے ہیں:

اِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ مِنَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاِنْ صَحَّ اِسْنَادًا لٰكِنْ لَا يُعْمَلُ بِهٖ لِشُذُوْذِهٖ وَ مُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ عَامَّةُ اَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلِمُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ مَعَ

هٰذَا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا فَمَا هُوَ الرَّأْىُ لَهٗ دُوْنَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمِنْ رِوَايَةِ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ دُوْنَ سَائِرِ الصَّحَابَةِ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ (۱)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر اس پر عمل نہیں کیونکہ یہ شاذ ہے اور اس کے مخالف ہے جو ابن مسعود کے اکثر تلامذہ سے مروی ہے اور یہ اس کے بھی مخالف ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر تمام صحابہ سے مروی ہے صرف یہ ان کی رائے ہے نہ کہ دیگر صحابہ کی اور یہ ان کے ایک شاگرد سے مروی ہے نہ کہ ان کے دیگر خاص اور تمام شاگردوں سے)

یہی بات امام محمد عابد سندھی (ت، ۱۲۵۷) نے یوں تحریر کی ہے کہ تمام روایاتِ تشہد اس پر شاہد وعادل ہیں کہ الفاظِ تشہد شارع کی طرف سے مقرر ہیں اور صحابہ کرام نے بھی انہی کو اپنایا

وَلَمْ يَجْعَلُوْهُ مَخْصُوْصًا بِزَمَانٍ دُوْنَ زَمَانٍ فَغَايَةُ مَا يُفْهَمُ مِنْ فِعْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ وَغَيْرُهٗ وَفِیْ فِعْلِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ حَكٰى عَنْهُمْ عَطَاءٌ اَنْ يَّكُوْنَ اِجْتِهَادًا مِّنْهُمْ لَا اَنَّهٗ بِتَوْقِيْفٍ مِّنَ الشَّارِعِ ﷺ (۲)

(اور صحابہ نے ان الفاظ کو کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا زیادہ سے زیادہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جسے بخاری وغیرہ نے نقل کیا اور کچھ صحابہ سے حضرت عطاء نے نقل کیا تو یہ ان کا اجتہاد ہے نہ کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے)

(۱) حاشیۃ القول البدیع، ۱۶۴

(۲) [illegible]

شاذ ہونے کی وجہ

پیچھے آچکا ہے کہ صحابہ نے الفاظِ تشہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی اگر روایات میں کہیں ایسا آیا ہے تو یہ مسلمہ حقائق کے مخالف اور شاذ ہے کیونکہ

۱۔ یہ دیگر تمام صحابہ بلکہ خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت الفاظِ تشہد کے خلاف ہے کیونکہ اوپر آچکا ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت تشہد میں السلام علیک کے ہی کلمات ہیں

۲۔ شارع علیہ السلام کی مخالفت

اور دوسری وجہ یہ کہ یہ شارع علیہ السلام کی تعلیم کے مخالف ہے اور کسی کے اجتہاد اور رائے کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا حیثیت ہوسکتی ہے اگر یہ ثابت بھی ہے تو ایسا الفاظ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صریح تعلیم کے منافی اور مخالف ہے لہذا اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

امام محمد عابد سندھی کہتے ہیں اسے قبول نہ کرنے پر دیگر دلائل کے علاوہ ایک اہم دلیل یہ ہے۔

مَعَ اَنَّهٗ لَا مَجَالَ لِاِجْتِهَادٍ فِیْ مُقَابَلَةِ مَا عَيَّنَهُ الشَّارِعُ ﷺ (۱)

(اس کے مقابل کسی کا اجتہاد کیسے چل سکتا ہے جس کا تعین خود رسول ﷺ نے کر دیا ہے)

اس لئے پیچھے ہم نے عرض کر دیا تھا کہ صحابہ کے بارے میں ہم ایسا تصور نہیں کر سکتے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں تبدیلی کریں ان کے بارے میں اگر کوئی ایسا سوچتا ہے تو یہ اس کے اپنے ذہن کی غلطی ہے نہ کہ صحابہ کی

تو اگر روایات میں کوئی ایسی بات ملتی ہے تو اس کو شاذ ہی مانا جائے گا اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور تمام اہلِ علم نے تحقیق کر کے واضح کر دیا ہے کہ ایسی کسی تبدیلی کا

(۱) المواہب اللطیفۃ، ۲۹۴

کوئی ثبوت نہیں اور یہ شاذ رائے ہے اس وجہ سے تمام اُمت نے اسے قبول نہیں کیا لہذا
اب کسی کا یہ لکھنا کہ صحابہ نے اس میں تبدیلی کر دی تھی دھوکہ دہی کے مترادف ہے
بعض لوگوں نے اسے سنجیدگی سے نہ لیا اور ایسے جملے لکھے کہ جن سے محسوس ہوا
کہ واقعتاً بعض صحابہ نے ان کلمات کو تبدیل کر دیا تھا حالانکہ معاملہ یوں نہیں

صحیح صورت حال کیا ہے؟

بعض صحابہ کرام سے جو راویات ملتی ہیں ان کے بارے میں اہل علم نے یہ لکھا
کہ ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ انہوں نے 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ' کے
کلمات بدل کے خطاب کی جگہ الفاظِ غائب لے آئے تھے بلکہ ان روایات میں ان
کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ہم نے وصالِ نبی کے بعد اس طرح سلام عرض کرنا جاری رکھا
جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے تا کہ کوئی یہ خیال نہ
کرے کہ وصال کے بعد سلامِ خطاب ختم ہی ہو گیا ہے

۱۔ خطاب ہی جاری رہا

امام تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو تو پھر وصال کے بعد آپ ﷺ
پر بموقعہ ''سلام'' خطاب لازم نہیں ہوگا
امام ابن بلقینی اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ روایات میں جو آیا ہے کہ
آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں صحابہ 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ' اور وصال
کے بعد السلام علی النبی پڑھتے تھے اس سے یہ کہاں لازم آ رہا ہے کہ انہوں نے
خطاب بدل دیا تھا بلکہ اس سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ وہ وصال کے بعد آپ ﷺ کو زندہ
مانتے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ پر سلام جاری رکھا تو اس سے
خطاب کی تبدیلی آشکار نہیں، ان کے الفاظ ہیں۔

هٰذَا الَّذِیْ ذَكَرَهٗ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ
مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ مَعْنَاهُ الَّذِیْ یَظْهَرُ
[illegible]

فَالْمَعْنٰی ذَكَرْنَا صِیْغَةَ السَّلَامِ الَّتِیْ عَلَّمْنَاهَا فِیْ
حَیَاتِهٖ لِئَلَّا یَظُنَّ ظَانٍ اَنَّ ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ
بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(تبدیلی پر ان کا استدلال ان روایات سے ظاہر نہیں اس لیے کہ ان الفاظ
سے ترکِ خطاب متعین نہیں بلکہ اس کا معنی ظاہر یہی ہے کہ رسول
اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی الفاظ خطاب جاری رہے کیونکہ
آپ ﷺ زندہ ہیں تو روایات کا معنی یہ ہے کہ ہم نے وہی سلام جاری
رکھا جو ظاہری حیات میں ہم نے سیکھا تھا تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ آپ
کے وصال کے بعد سلام کا انقطاع ہو گیا ہے)

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) بخاری کے الفاظ 'قُلْنَا اَلسَّلَامُ یعنی
عَلَی النَّبِیِّ' پر لکھتے ہیں کہ یہاں بالکل واضح ہے کہ 'علی النبی' کے الفاظ
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں بلکہ یہ فہم راوی ہے

فَقَوْلُهٗ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یَحْتَمِلُ اَنَّهٗ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمْرَرْنَا بِهٖ
عَلٰی مَا كُنَّا عَلَیْهِ فِیْ حَیَاتِهٖ ﷺ (۲)

(ان کے الفاظ 'ہم سلام کہتے' میں یہ احتمال ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ
ہے کہ ہم نے وہی سلام جاری رکھا جو آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تھا)

مولانا انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا
یہی قول نقل کر کے لکھتے ہیں
غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ظاہر کرنا مقصود ہے کہ بعد وفات
کے بھی صحابہ کرام التحیات میں حضور ﷺ پر وہی سلام عرض کیا کرتے تھے جو
سابق سے معین تھا یعنی 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ' تا کہ خدشہ حاضرین کا ندا وغیرہ
کے باب میں بنظر فعل صحابہ دفع ہو جائے اور یہ بات مطابق واقع کے ہے کہ صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم کا فعل ایسا ہی تھا کَمَا مَرَّ اٰنِفًا

---

(۱) [illegible] المکرم، ۳۵۲

اس توجیہ پر ''الف لام السلام'' میں عہد کا ہوگا پس مطلب یہ ہوا کہ جب انتقال
فرمایا حضرت محمد ﷺ نے کہا ہم نے التحیات میں وہی سلام جو اُوپر مذکور ہے
اور قرینہ اس پر یہ ہے کہ فَلَمَّا قُبِضَ کے جواب میں السلام پر اکتفا کیا (اس
سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس سلام کی خبر مخاطب کو دینا منظور ہے اور اگر خطاب بدلنے کا
(خبر دینا) منظور ہوتا تو پھر صرف سلام پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غیبت کی تصریح کر دیتے
اور اگر لفظ السلام کو مقولہ قلنا کا بنائیے تو لازم آتا ہے کہ یہ صرف السلام کہتے
بغیر ذکر نبی کے جو ظاہر البطلان ہے
پھر ہم نے مزید توضیح و تعیین کے لیے سلام کی تفسیر کی باعتبار مُسَلَّمٌ علیہ
(جن پر سلام ہے) کے حَيْثُ قَالَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ يعني عَلَى النَّبِي اس لئے کہ
التحیات میں مسلم علیہ (جن پر سلام) تین ہیں پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بعد وفات
شریف کے ترک نہیں کیا ہم نے سلام کو بلکہ کہا ہم نے وہ سلام یعنی جو نبی ﷺ پر
'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کہا کرتے تھے (۱)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے تائید

بلکہ اس کی تائید خود ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد گرامی سے ملتی ہے جب
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلماتِ تشہد، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'
کی تعلیم دی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'
پڑھا کرتے مقصد یہ تھا کہ اب ہمیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ تو حضرت عبد اللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس طریقہ والفاظ کی خود رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم دی
اور ہم بھی آگے یہی سکھاتے ہیں
حافظ ابن حجر عسقلانی نے سنن سعید بن منصور کے حوالہ سے لکھا کہ جب حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَلَّمَهُمُ التَّشَهُّدَ فَذَكَرَهُ فَقَالَ ابْنُ
عَبَّاسٍ إِنَّمَا كُنَّا نَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا كَانَ
حَيًّا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ هٰكَذَا عَلَّمَنَا وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ
(نبی اکرم ﷺ نے ہمیں یہی تشہد سکھایا پھر پڑھ کر بتایا تو حضرت ابن
عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے ہم 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'
آپ کی ظاہری حیات میں پڑھتے تھے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
نے کہا ہم نے یہی آپ ﷺ سے سیکھا ہے اور اسے ہی سکھاتے ہیں)
آگے پھر ابن حجر لکھتے ہیں
فَظَاهِرُهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَهُ بَحْثًا وَاَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ
لَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِ (۱)
(ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بات بطورِ
اعتراض وسوال کہی مگر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف توجہ بھی نہ دی)
اس گفتگو سے بھی آشکار ہو رہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد از وصال
بھی الفاظ خطاب سے ہی سلام عرض کیا کرتے تھے اور 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' سے
مراد یہی سلام ہے بلکہ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ظاہری حیات اور وصال
کی بات کی تو اسے بجائے قبول کرنے کے رد کر دیا اور کہا ان کلمات ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
اَيُّهَا النَّبِيُّ'' کی تعلیم خود رسول اللہ ﷺ نے دی ہے ہم اسے کیسے چھوڑ سکتے ہیں
الغرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ جواب کس قدر واضح کر رہا ہے کہ وہ
وصال کے بعد بھی الفاظ خطاب ہی پڑھا کرتے تو اس سے 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کے
مطلب کی وضاحت ہو جاتی ہے

ایک اعتراض کا ازالہ

یہاں مخالفین یہ اعتراض اٹھا سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے اس مقام پر لکھا ہے

(۱) روایت ابو معمر (روایت بخاری) روایت ابو عبید اللہ (روایت سنن سعید بن منصور)

سے اصح ہے بلکہ دوسری روایت ضعیف ہے لہٰذا روایت بخاری، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ، کو ترجیح ہے

جواب:

ہم روایت بخاری کو اصح اور اس کی ترجیح تسلیم کرتے ہیں اس سے ہمیں ہرگز انکار نہیں اور دوسری روایت ضعیف ہے ہم اس ضعیف کی وجہ سے اصح روایت کو ترک نہیں کر رہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں تعارض وتخالف ہی نہیں بلکہ روایت بخاری میں دو معانی کا احتمال ہے

۱۔ ہم نے وہی سلام والفاظِ جاری رکھے جو ظاہری حیات میں تھے

۲۔ ہم بعد از وصال الفاظِ غائب سے سلام عرض کیا کرتے تھے

جب دیگر قرائن سے پہلا احتمال متعین ہے کہ اس سے خطاب کے الفاظ سلام جاری رکھنا مراد ہے

تو کیا ضعیف حدیث، اصح روایت بخاری کے دو معانی میں سے کسی ایک کو متعین کرنے کا کام نہیں دے سکتی؟

اگر روایت صحیح وقوی ہے تو اسناد میں ہے نہ کہ وہ احتمال (الفاظِ غائب سے سلام) میں صحیح وقوی ہے جب اِس میں دو معانی کا احتمال موجود ہے اور روایت ضعیف سے ایک احتمال متعین ہو رہا ہے کہ ہم الفاظِ خطاب سے ہی سلام عرض کیا کرتے تھے

یہی گفتگو مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) نے ان الفاظ میں کی ہے

اگرچہ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ روایت ابو معمر کی (جس میں قول عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ ہے) اصح ہے اور روایت مخالف حضرت ابن مسعود اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنھم ضعیف ہے۔

مقصود اس سے یہ ہے کہ معارضہ کی وجہ سے روایت ابی معمر کو جو بخاری میں ترجیح حاصل ہوگئی مگر اس وجہ سے کہ اس کی معارض (مخالف) نہیں بلکہ معاقد (معاون) ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ضعف اس میں کچھ مضر ونقصان دہ نہیں بلکہ احد احتمالین (دو

ایک احتمال) کی ترجیح جو دوسرے قرائن سے ہو چکی ہے اس کی تائید کے لیے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ قطعاً موضوع (بناوٹی) نہیں جو بالکل بے کار کہی جائے غایۃ مافی الباب (زیادہ سے زیادہ) یہ ہے کہ روایت ایک احتمال کے معارض (مخالف) ہے پھر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معارضہ ضعیف کا صحیح کے ساتھ ہو کیونکہ اگر صحیح وقوی ہے تو اسناد ہے نہ وہ احتمال (۱)

دو احتمالات کا تذکرہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی اصح روایت بخاری کے الفاظ یہ ہیں

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ — جب وصال ہوگیا تو ہم السلام کہتے

آئمہ اُمت نے واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ اس میں ان دو معانی کا احتمال ہے

۱۔ ہم نے انہی الفاظِ خطاب میں سلام عرض کرنا جاری رکھا

۲۔ ہم نے الفاظِ خطاب ترک کر دیئے

علامہ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) رقمطراز ہیں

فَقَوْلُهُ سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اِسْتَمَرَرْنَا عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اَعْرَضْنَا عَنِ الْخِطَابِ (۲)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ''السلام'' میں اس معنی کا احتمال ہے کہ ہم نے اس پر عمل ہمیشگی سے کیا جو آپ کی حیات مبارکہ میں کرتے تھے اور اس معنی کا احتمال بھی ہے کہ ہم نے خطاب سے اعراض کر لیا)

یہی الفاظ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے نقل کیے ہیں

فَقَوْلُهُ قُلْنَا سَلَامٌ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ بِهٖ اِسْتَمَرَرْنَا بِهٖ عَلٰى مَا كُنَّا عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ وَ يَحْتَمِلُ اَنَّهُ اَرَادَ اَعْرَضْنَا عَنِ الْخِطَابِ (۳)

---

(۱) انوار احمدی، ۶۱۲

(۲) [illegible] حاشیۃ الربانیہ، ۲، ۳۱۲

(۳) [illegible] ۲، ۱۳۶

(ان کا قول ''ہم سلام کہتے'' میں احتمال ہے کہ اس سلام کو ہم نے جاری رکھا جو ظاہری حیات میں کہا کرتے تھے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہم نے الفاظِ خطاب سے اعراض کر لیا تھا)

۳۔ شارح بخاری امام ابن بلقینی (ت،۔۔۔) نے یہی بات یوں بیان کی۔ کہ الفاظ کا صرف ایک ہی معنی متعین نہیں کہ انہوں نے الفاظِ خطاب سے اعراض کر لیا بلکہ ان میں دونوں احتمال ہیں۔ امام سبکی نے کہا تھا کہ اگر اِن روایات کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے تو پھر معنی یہ ہوگا کہ وصال کے بعد الفاظ خطاب لازم وواجب نہیں رہے، ان کا رد کرتے ہوئے کہا

هٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَهٗ لَیْسَ بِظَاهِرٍ وَ ذٰلِكَ اَنَّهٗ لَا یَتَعَیَّنُ مِنْ هٰذَا اللَّفْظِ اِسْقَاطُ الْخِطَابِ (۱)

(ان کا استدلال ظاہر نہیں اس لیے کہ روایت کے الفاظ میں ترکِ خطاب متعین نہیں)

تو یہ دلیل ہی نہیں بن سکتا

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مخالفین کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ، سے استدلال ہی درست نہیں کیونکہ اس میں جب احتمال موجود ہیں تو اب اس کو دلیل بنانا ہی درست نہ ہوگا یہی بات اہل علم نے تحریر کی

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے حافظ ابن حجر مکی کے حوالے سے لکھا

وَاِذَا احْتَمَلَ اللَّفْظُ لَمْ یَبْقَ فِیْهِ دَلَالَةٌ (۲)

(جب الفاظ میں دوسرے معنی کا احتمال ہے تو اب دلالت باقی نہ رہی)

اعتراض

بعض کتبِ احادیث مثلاً مسند ابو عوانہ میں 'اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ' کے الفاظ

(۱) اللفظ المکرم، ۳۵۳
(۲) المرقاۃ، ۲، ۶۳۱

...ہو واضح کر رہے ہیں کہ الفاظ خطاب بدل دیے تھے اور اس میں ایک ہی احتمال ہے ...۔ ہاں بخاری کی روایت میں فقط السلام ہے مگر اس کے ساتھ یعنی عَلَی النَّبِیِّ کا الفاظ موجود ہے تو آپ کیسے کہتے ہیں اس میں دو احتمال ہیں؟

جواب:

محدثین فرماتے ہیں کہ بخاری کے الفاظ سب سے اصح ہیں اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ صرف ''اَلسَّلَامُ'' ہیں، عَلَی النَّبِیِّ، فہم ... یعنی یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں۔

... ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس معاملہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

وَقَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَقُوْلُ فِیْ حَیَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ فَلَمَّا قُبِضَ ﷺ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَذٰلِكَ لِاَنَّ هٰذَا لَفْظُ اَبِیْ عَوَانَةَ وَ رِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ الْاَصَحُّ مِنْهَا بَیَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِیْ عَنْهُ (۱)

(حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پڑھتے تھے جب وصال ہوا تو ہم کہتے السلام علی رسول اللہ ﷺ اور یہ ابو عوانہ کے الفاظ ہیں لیکن روایت بخاری اس سے اصح ہے جو بتا رہی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ ہی نہیں بلکہ یہ کسی راوی کا فہم ہے)

... حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) نے انہی کے حوالہ سے یوں لکھی ہے

وَاَمَّا قَوْلُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ کُنَّا نَقُوْلُ فِیْ حَیَاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَهُوَ رِوَایَةُ اَبِیْ عَوَانَةَ وَرِوَایَةُ الْبُخَارِیِّ الْاَصَحُّ مِنْهَا بَیَّنَتْ اَنَّ ذٰلِكَ لَیْسَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ

مَسْعُوْدٍ بَلْ مِنْ فَهْمِ الرَّاوِیْ مِنْهُ (۱)

(رہا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہ ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں یہ کہا کرتے ہیں یہ ابوعوانہ کی روایت میں ہے لیکن روایت بخاری جو اس سے اصح ہے وہ بتارہی ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہی نہیں بلکہ کسی راوی کا فہم وتشریح ہے)

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے ثبوت کے دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ ہمیشہ کے لیے یہ التحیات ہے اب رہی یہ بات کہ ابوعوانہ اور ابونعیم اور بیہقی اور ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے قولِ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر لفظ 'یعنی' کے روایت کیا ہے اس طور پر

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ

جب آپ ﷺ کا وصال ہوگیا تو ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے

تو جائز ہے کہ کوئی راوئی لفظ 'یعنی' کو بھول گیا ہو یا زائدہ سمجھ کر ترک کردیا ہو کیونکہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک درست ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں

اور یہ ظاہر ہے اس لئے کہ جب یہی روایت بخاری شریف میں موجود ہے ضروری ہے کہ فضیلت بخاری کی ملحوظ رہے اور سوائے اس کے قاعدہ مسلمہ ہے کہ زیادات ثقہ کی مقبول ہے

كَمَا قَالَ النَّوَوِیُّ فِیْ مُقَدِّمَةِ مُسْلِمٍ زِیَادَاتُ الثِّقَةِ مَقْبُوْلَةٌ مُطْلَقًا عِنْدَ الْجَمَاهِیْرِ مِنْ اَهْلِ الْحَدِیْثِ وَالْفِقْهِ وَالْاُصُوْلِ

(جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مسلم میں فرمایا کہ ثقہ کی طرف سے حدیث میں اضافات مطلقاً جمہور محدثین، فقہاء اور اصولین کے نزدیک مقبول ہیں)

اس اعتبار سے بھی لفظ 'یعنی' معتبر ہوا اور اگر تسلیم کیا جائے کہ لفظ 'یعنی' غلط ہے تب بھی کچھ نقصان نہیں کیونکہ وجوہات مذکورہ بالا سے جب الف ولام السلام کا عہد ہی ٹھہرا اہل النبی مع متعلق صفت اس کی ہوجائے گا اور مطلب اس عبارت کا یہ ہوگا کہ بعد انتقال کے، کہا ہم نے وہی سلام جو نبی ﷺ پر ہے

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ تاویل ہے مفہومِ ظاہر عبارت یہ ہے کہ جملہ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ "مقولہ" قلنا کا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ تاویل کچھ نئی بات نہیں جس سے انکار ہو ظاہر ہے کہ جب نصوص آپس میں معارض ہوتی ہیں تو حتی الامکان کسی ایک میں تاویل کی جاتی ہے اور یہاں بھی یہی ہوا اس لئے کہ اگر یہ مؤول ظاہر پر چھوڑا جائے تو کئی خرابیاں لازم آتی ہیں

ایک بلادلیل نسخ عموم اوقات کا جو باحادیث صحیحہ ثابت ہے

دوسری ترجیح اجتہاد کی مقابلہ میں نص کے جو جائز نہیں

كَمَا قَالَ الشَّیْخُ عَابِدٌ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ فِی الْمَوَاهِبِ اللَّطِیْفَةِ وَلَا مَجَالَ لِلْاِجْتِهَادِ فِیْ مُقَابَلَةِ مَا عَیَّنَهُ الشَّارِعُ ﷺ اَیْ فِی التَّشَهُّدِ

(حضرت شیخ عابد رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب لطیفہ میں فرمایا کہ حضرت شارع علیہ السلام نے جو الفاظ تشہد میں مقرر کیے ان کے بالمقابل اجتہاد کی گنجائش نہیں)

تیسرا تناقض اس لیے کہ خود ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلاف اس کے مروی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا (۱)

اسے کیا کہا جائے؟

سرفراز خان صفدر دیوبندی، صحابہ کی تبدیلی ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

لیکن اس کو کیا کریں کہ یہی اکابر حضرات صحابہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کے اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللهِ

(۱) [illegible] ۲۱۹، ۲۲۰

پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے

۱۔ صحیح بخاری جلد صفحہ ۹۲۶) وغیرہ میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے
فرماتے تھے آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَی
النَّبِیِّ پڑھا کرتے تھے (۱)

شیخ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی کے الفاظ ہیں

بخاری میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تا حیات فخر عالم ﷺ 'اَلسَّلَامُ
عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' التحیات میں پڑھتے تھے اور بعد وفات آپ کے اَلسَّلَامُ عَلَی
النَّبِیِّ پڑھنے لگے تھے۔ (۲)

ان لوگوں کا اپنے مدعیٰ پر بخاری کا حوالہ یوں دینا کہ حضرت ابن مسعود نے
فرمایا ہم اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ پڑھا کرتے تھے سوائے مغالطہ کے کچھ نہیں آپ نے
پڑھ لیا ہے کہ ان کے الفاظ بخاری میں السلام ہیں نہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ان
السلام کے بعد جو الفاظ ہیں وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نہیں بلکہ وہ کسی اور راوی
کے ہیں

الفاظ بخاری ملاحظہ کریجیے

فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یَعْنِی عَلَی النَّبِیِّ (۳)

جب وصال ہو گیا تو ہم السلام کہتے یعنی علی النبی

اس میں کہاں ہے کہ ہم السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے اس میں تو ان کے الفاظ
فقط السلام تک ہیں جس کا معنی محدثین وشارحین نے یہی کیا کہ وہ السلام کہہ کر بتا رہے ہیں
کہ ہم نے آپ ﷺ پر وہی سلام جاری رکھا جو ظاہری حیات میں پڑھا کرتے تھے

امام ابن بلقینی نے انہی الفاظ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا کہ اس سے ہرگز
ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ نے الفاظ بدل دیے تھے بلکہ وہ تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہم
بعد از وصال بھی انہی الفاظ سے سلام جاری رکھا جن کی تعلیم ظاہری حیات میں

(۱) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۷۳
(۲) براہین قاطعہ، ۲۸
(۳) البخاری، کتاب الاستیذان

رسول اللہ ﷺ نے دی تھی۔

وَذٰلِكَ اَنَّهُ لَا یَتَعَیَّنُ مِنْ هٰذَا اِسْقَاطُ الْخِطَابِ بَلْ
مَعْنَاهُ الَّذِیْ ظَهَرَ اَنَّ الْخِطَابَ مُسْتَمِرٌّ بَعْدَ
قَبْضِهٖ ﷺ لِاَنَّهٗ ﷺ حَیٌّ فَالْمَعْنٰی ذَكَرْنَا صِیْغَةَ
السَّلَامِ الَّتِیْ عَلَّمَنَا هَا فِیْ حَیَاتِهٖ لِئَلَّا یَظُنَّ ظَانٌّ اَنَّ
ذٰلِكَ قَدِ انْقَطَعَ بِقَبْضِهٖ ﷺ (۱)

(ان الفاظ سے الفاظِ خطاب کا چھوڑنا متعین نہیں ہوتا بلکہ اس کا واضح و
ظاہر معنی یہ ہے کہ بعد از وصال بھی ہم نے سلام جاری رکھا کیونکہ
آپ ﷺ زندہ ہیں تو معنی یہ ہے کہ ہم نے انہی الفاظ سے سلام جاری
رکھا جن کی ہمیں تعلیم دی گئی تھی تا کہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ وصال کے
بعد سلسلہ سلام ختم ہو گیا ہے)

موافقت پیدا کرنا لازم

اصول یہ ہے کہ روایات میں بظاہر تعارض ہو تو جہاں تک ہو سکے ان میں موافقت
پیدا کرنا ضروری ہے ہاں اگر موافقت ممکن ہی نہ ہو تو پھر ترجیح کا معاملہ آتا ہے۔

تمام بحث کو دیانتداری کیساتھ سامنے رکھ کر دیکھیں تو ان روایات میں تطبیق
ہو سکتی ہے اور وہ یوں کہ اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ سے ان کی مراد وہی سلام ہے
جس کی انہیں رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی تھی خصوصاً الفاظ بخاری کا تو تقاضا بھی یہی بنتا
ہے کہ اس سے مراد سابق معین سلام ہی ہے جو بالفاظ 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا
النَّبِیُّ' ہے۔

اس کی تائید

اس کی تائید اس روایت سے ہو رہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے
یہ الفاظ تشہد 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' کی تعلیم دی تو حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہما نے بطور سوال پوچھا

اِنَّمَا كُنَّا نَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اِذَا كَانَ حَيًّا

(ہم آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں کہا کرتے ،السلام علیک

یعنی کیا اب ہمیں اسے ترک کردینا چاہیے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

هٰكَذَا عَلَّمْنَاهُ وَهٰكَذَا نُعَلِّمُ (۱)

(اس طرح (السلام علیك) ہمیں سکھایا گیا ہے اور اس طرح ہم سکھاتے ہیں۔)

یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے سکھائے کلمات کبھی چھوڑ نہیں سکتے لہٰذا ہمیں ان کلمات کو جاری رکھنا ہے

تو جب موافقت ہوسکتی ہے تو پھر اسی راہ کو اپناتے ہوئے کہا جائے کہ صحا [illegible] کوئی تبدیلی نہیں کی۔

دیگر روایات کا جواب

مخالفین نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ جن جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کا جواب بھی محدثین کرام نے دیا ہے مثلاً شیخ سرفراز صفدر نے (السنن الکبریٰ جلد ۲، ۱۴۳) کے حوالہ سے لکھا حضرت قاسم بن محمد، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے [illegible] کرتے ہیں کہ انہوں نے التحیات میں السلام علی النبی پڑھا (۲)

جواب:

۱۔ یہ الفاظ اجماعِ صحابہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہیں لہٰذا ان پر عمل نہیں کیا جائے گا

۲۔ اس روایت کو امام مالک نے موطا میں قاسم بن محمد سے نقل کیا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کلماتِ تشہد یوں پڑھے

'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' (۳)

(۱) فتح الباری، ۲، ۲۵ (۲) آنکھوں کی ٹھنڈک، ۱۷۳

(۳) الموطا، ۱۹

(اے نبی آپ پر سلام ہو)

امام مالک کا جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں لھذا ان کے مقابل ومخالف راویوں کی روایت قبول نہیں کی جائے گی

۳۔ خود امام ابوبکر الحسین البیہقی (ت، ۴۵۸) نے بھی حضرت قاسم بن محمد سے صحیح سند کے ساتھ جو نقل کیا وہ بھی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی ہے (۱)

دلوں کا مرض

اسی معاملہ پر گفتگو کرتے ہوئے شیخ محمد عوامہ مدنی حفظہ اللہ تعالیٰ ایک اہم بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں

ثُمَّ اِنِّيْ اَقُوْلُ - مَا بَالُ الشُّذَاذِ يَأْتُوْنَ بِالرِّوَايَةِ عَنِ السَّيِّدَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا الَّتِيْ فِيْهَا (اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ) مِنْ غَرَائِبِ الْكُتُبِ (مُسْنَدِ) السِّرَاجِ، وَ (فَوَائِدِ) اَبِيْ طَاهِرِ الْمُخْلِصِ - وَلَا يَأْتُوْنَ بِرِوَايَتِهَا الَّتِيْ فِيْهَا (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) مِنَ الْكُتُبِ الْمَشْهُوْرَةِ الْمَعْرُوْفَةِ الْمَاْلُوْفَةِ (اَلْمُوَطَّا) اَلَيْسَ هٰذَا الْمَرَضُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؟ عَافَانَا اللّٰهُ مِنْهُ (۲)

(میں ان سے کہتا ہوں یہ شاذ قول کرنے والے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ والی روایت غیر معروف کتب مثلاً مسند سراج اور فوائد ابو طاہر المخلص سے لاتے ہیں لیکن ان کی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' والی روایت ذکر نہیں کرتے جو معروف مشہور کتب مثلاً موطا میں ذکر ہے یہ کہیں ان کے دلوں میں مرض کی وجہ سے تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پناہ عطا فرمائے)

(۱) معرفۃ السنن والاثار، ۲، ۳۵

(۲) حاشیہ المصنف، ۳، ۳۹

اثر عطاء کا جواب

حضرت عطاء تابعی سے ایک اثر ملتا ہے کہ صحابہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته پڑھا کرتے لیکن بعد از وصال نبوی، اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَةُ اللهِ، پڑھتے (۱)

اس کے جواب میں شیخ محمد عوامہ لکھتے ہیں

ایک تو حضرت عطاء کی مراسیل مسلمہ طور پر ضعیف ہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے جو حضرت عطاء ہی نہیں کوئی بھی نہیں کہہ سکتا، ان کے الفاظ ہیں

فَالشِّقُّ الْأَوَّلُ مِنْهُ مِنْ مَرَاسِیْلِ عَطَاءٍ، کَمَا هُوَ وَاضِحٌ، مَرَاسِیْلُهٗ ضَعِیْفَةٌ کَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ وَ شِقُّهُ الثَّانِیْ : فِیْهِ اِخْبَارٌ عَنْ اَمْرٍ لَا یَسْتَطِیْعُهٗ عَطَاءٌ وَ لَا غَیْرُ لَا عَنِ الصَّحَابَةِ جَمِیْعِهِمْ وَ لَا عَنْ مَشَاهِیْرِهِمْ (۲)

(اول صورت یہ ہے کہ یہ واضح طور پر مراسیل عطاء میں سے ہے اور ان کی مراسیل کا ضعیف ہونا مسلم ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں ایسی بات کا بیان ہے کہ جو نہ حضرت عطاء کہہ سکتے ہیں نہ ان کے علاوہ کوئی کہہ سکتا اور یہ تمام صحابہ سے ثابت نہیں اور نہ ان کے مشاہیر سے ثابت ہے)

علامہ محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) اس کے جواب میں رقمطراز ہیں

اب رہا قول عطاء کا جس کو فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ صحابہ بعد وفات شریف کے 'اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ'' کہا کرتے تھے

سو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فعل اور تعلیم احادیث مذکورہ بالا سے ثابت ہے کہ کسی نے خطاب ونداء کو ترک نہیں کیا مگر بات یہ ہے کہ عطاء رحمہ اللہ

(۱) مصنف عبدالرزاق، ۳، ۷۵
(۲) حاشیۃ المصنف، ۳-۳۳

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ظاہر قول کا مطلب یہاں بیان کر دیا جو روایت ابی عوانہ میں مروی ہے ورنہ کسی اور صحابی سے اس قسم کی روایت مروی نہیں (۱) (انوار احمدی، ۲۰۲)

یہ روایت شاذ ہے

یہ روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس روایت کو محدثین وفقہاء کرام نے شاذ و منکر قرار دیتے ہوئے قبول نہیں کیا اگرچہ دوران گفتگو کچھ اقوال سامنے آچکے ہیں لیکن کچھ تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں

امام ابو جعفر طحاوی احمد طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) نے اس روایت پر یوں اشکال وارد کیا

هٰذَا حَدِیْثٌ مُنْکَرٌ لِاَنَّهٗ یُوْجِبُ اَنْ یَّتَشَهَّدَ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ بِمَا عَامَّةُ النَّاسِ یَتَشَهَّدُوْنَ بِخِلَافِهٖ

(یہ روایت منکر ہے کیونکہ یہ وصال نبوی ﷺ کے بعد ایسا تشہد لازم کر رہی ہے جو کہ تمام لوگوں کے تشہد کے مخالف ہے)

اس کے جواب میں رقمطراز ہیں

فَکَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِیْ ذَالِكَ بِتَوْفِیْقِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ اِنَّا قَدْ اَنْکَرْنَا مِنْ ذَالِكَ مِثْلَ الَّذِیْ اَنْکَرَهٗ (۱)

(اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی تمہاری طرح اس روایت کو منکر ہی مانتے ہیں)

شیخ حسن علی سقاف اس کے بارے میں رقمطراز ہیں

فَهِیَ رِوَایَةٌ شَاذَّةٌ لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِبَاقِی الرِّوَایَاتِ عَنْ سَیِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ (۲)

(یہ روایت شاذ ہے کیونکہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باقی

(۱) شرح مشکل الآثار، ۲-۱۰۳

روایات کے مخالف ہے اور یہ اجماعِ صحابہ کے بھی مخالف ہے)

۳۔ شیخ محمد عوامہ مدنی کے الفاظ ہیں

إِنَّ هٰذَا الْقَوْلَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَإِنْ صَحَّ إِسْنَادًا لٰكِنْ لَّا يُعْمَلُ بِهٖ لِشُذُوْذِهٖ وَمُخَالَفَةِ مَا رَوَاهُ عَامَّةُ أَصْحَابِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلِمُخَالَفَتِهٖ مَا رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَمِيْعًا (۱)

(یہ قول اگرچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیونکہ یہ شاذ ہے اور مخالف ہے ان روایات کے جنھیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام تلامذہ نے روایت کیا اور یہ مخالف ہے ان کے جنھیں ابن مسعود کے علاوہ تمام صحابہ نے روایت کیا)

السلام علیک پر تمام روایات کا متفق ہونا

کم مطالعہ لوگ تو کلمات میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں حالانکہ ائمہِ اُمت نے یہ تصریح کی ہے کہ کلماتِ تشہد، 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' کے بارے میں تمام روایات متفق ہیں، کسی ایک روایت میں بھی ان کے علاوہ کلمات نہیں، جس روایت میں تشہد کا ذکر آیا ہے اس میں سلام کے لیے یہی کلمات ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ، ہاں صلاۃ کے "الفاظ" روایات میں مختلف متعدد ہیں یعنی ان میں کمی بیشی موجود ہے مگر الفاظِ سلام ایک ہی ہیں۔

حافظ احمد ابن حجر مکی (ت، ۹۷۴) اس مسئلہ پر لکھتے ہیں

کہ کسی جگہ حضور ﷺ نے اپنا نام لیا مثلاً 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ'، کسی جگہ اپنی شان کا ذکر کیا مثلاً بعض روایات میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ 'اس کی وجہ کیا ہے، فرماتے ہیں۔

اَلْحَاصِلُ أَنَّ شُهُوْدَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَفَاوَتُ فَتَارَةً يُؤْثِرُ مَقَامَ التَّوَاضُعِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ فِي

رِوَايَاتِ وَتَارَةً يُؤْثِرُ بَيَانَ مَا هُوَ الْوَاقِعُ مُبَالَغَةً فِي نُصْحِ الْأُمَّةِ وَإِرْشَادِهِمْ إِلَى الْأَوْلٰى وَالْأَكْمَلِ وَقَدْ يَجِبُ هٰذَا كَمَا فِي اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ، فِي التَّشَهُّدِ فَإِنَّهٗ لَا يُجْزِئُ غَيْرُ هٰذَا اللَّفْظِ اِقْتِصَارًا عَلَى الْوَارِدِ لِتَطَابُقِ جَمِيْعِ رِوَايَاتِ التَّشَهُّدِ عَلَيْهِ بِخِلَافِ رِوَايَاتِ تَعْلِيْمِ كَيْفِيَّةِ الصَّلَاةِ فَإِنَّهَا اخْتَلَفَتْ كَمَا مَرَّ (۱)

(حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کا شہود مختلف ہے کبھی اس میں تقاضا مقام تواضع کا ہے اور روایات میں اکثر اسی کا ظہور ہے اور کبھی تقاضا واقع کا بیان ہوتا ہے تاکہ اُمت کی لیے اولیٰ واکمل کی رہنمائی وتعلیم میں مبالغہ کا حصول ہو اور کبھی یہ لازم ہوتا ہے جیسے تشہد میں السلام علیک ایھا النبی پڑھنا کیونکہ منقول پر ہی اکتفا کرتے ہوئے ان الفاظ کے علاوہ ادائیگی وکفایت نہ ہوگی اس لیے کہ تمام روایاتِ تشہد ان الفاظ پر متفق ہیں بخلاف ان الفاظ کے جن میں آپ ﷺ درود کی تعلیم دیتے رہے ان کے الفاظ روایات میں مختلف ہیں جیسے تفصیل کتاب میں گزری)

شیخ عبداللہ صدیق غماری اس مسئلہ کی خوب تحقیق کے بعد لکھتے ہیں

إِنَّ أَلْفَاظَ التَّشَهُّدِ الْمَرْفُوْعَةِ ثَبَتَتْ جَمِيْعُهَا بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ (۲)

(رسول اللہ ﷺ سے جو الفاظِ تشہد ثابت ہیں ان تمام میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' ہی ہے)

ائمہِ اُمت ان الفاظ پر روایات کو متفق قرار دیتے ہوئے ان الفاظ کا پڑھنا لازم قرار دے رہے ہیں اور ہم ان کو ماننے کے لئے تیار نہیں

امام طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) کی فیصلہ کن گفتگو

امام ابوجعفر احمد طحاوی حنفی (ت، ۳۲۱) کا اُمت مسلمہ کے ہاں جو مقام ہے وہ

کسی سے اوجھل نہیں اس مسئلہ پہ انھوں نے شرح معانی الاثار اور مشکل الاثار میں تفصیل
گفتگو کی ہے اور لکھا کہ یہ الفاظِ غائب تمام اُمت کے الفاظِ تشہد کے مخالف ہیں
شرح معانی الاثار میں بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الصَّلَاةِ كَيْفَ هُوَ ؟ کے تحت ص
۳۳۹ تا ۳۴۶ پر یہی ثابت کیا کہ متعدد صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ ہی ثابت ہیں (شرح معانی الاثار، ۱، ۳۳۹)
شرح مشکل الاثار میں عنوان ہی یہی قائم کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی اس روایت کے حوالہ سے اشکال ہے کہ وہ وصال نبوی کے بعد 'اَلسَّلَامُ
عَلَى النَّبِيِّ' پڑھا کرتے تھے

اس پر اشکال

اس روایت پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے

هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لِأَنَّهُ يُوجِبُ أَنْ يَتَشَهَّدَ بَعْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَا عَامَّةُ النَّاسِ يَتَشَهَّدُونَ بِخِلَافِهِ لِأَنَّهُمْ يَتَشَهَّدُونَ فَيَقُولُونَ فِي تَشَهُّدِهِمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ بَعْدَ مَوْتِهِ كَمَا كَانُوا يَتَشَهَّدُونَ فِي حَيَاتِهِ

(یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اس سے لازم آ رہا ہے کہ وصالِ نبوی ﷺ کے بعد ایسا تشہد پڑھا جائے جو تمام مسلمانوں کے تشہد کے مخالف ہے کیونکہ تمام اپنے تشہد میں وصال نبوی کے بعد بھی السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ہی پڑھتے ہیں جیسے وہ آپ کی ظاہری حیات میں پڑھا کرتے تھے)

اس اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھا

فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَوْنِهِ: إِنَّا قَدْ أَنْكَرْنَا مِنْ ذَلِكَ مِثْلَ الَّذِي أَنْكَرَهُ

(اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے یہ ہے کہ ہم بھی سائل کی طرح

کس نے اختلاف کیا؟

... کو واضح کرتے ہوئے کہ ان الفاظ کا اختلاف کہاں سے سامنے آیا، لکھتے ہیں۔

فَقَالَ فَمِنْ أَيْنَ جَاءَ هَذَا الْخِلَافُ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ أَمِنْ قِبَلِ أَبِي مَعْمَرٍ؛ فَهُوَ رَجُلٌ جَلِيلُ الْمِقْدَارِ، مَقْبُولُ الرِّوَايَةِ أَوْ مِمَّنْ دُونَهُ مِنْ رُوَاةِ هَذَا الْحَدِيثِ ؟ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهُ فِي ذَلِكَ بِتَوْفِيقِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَوْنِهِ: إِنَّا قَدْ كَشَفْنَا عَنْ ذَلِكَ، فَوَجَدْنَاهُ مِمَّنْ دُونَهُ مِنْ رُوَاةِ هَذَا الْحَدِيثِ

(رہا یہ سوال کہ مسلمانوں سے اختلاف کس نے کیا؟ کیا ابو معمر نے کیا جو جلیل القدر اور مقبول راوی ہیں یا ان سے نیچے اس حدیث کے کسی راوی نے کیا؟ تو اللہ تعالیٰ کی توفیق و مدد سے ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم پر یہ بات آشکارا ہو چکی ہے کہ یہ اختلاف ان سے نیچے راویِ حدیث سے ہوا نہ کہ ابو معمر سے)

اس کے بعد تین روایات ذکر کیں جن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے مگر یہ اضافہ ان میں موجود نہیں تو پھر لکھتے ہیں اس پر یہ دلیل ہے

كَمَا حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى الْعَبْسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا مَعْمَرٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ فِي الصَّلَاةِ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ذَكَرَ التَّشَهُّدَ الَّذِي فِي الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ، قَالَ: فَلَمَّا قُبِضَ قَالُوا: اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ - فَدَلَّ مَا ذَكَرْنَا أَنَّ هَذِهِ الزِّيَادَةَ الْمُخَالَفَةَ لِلنَّاسِ عَلَيْهِ كَانَتْ مِمَّنْ

هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْ يَكُوْنَ مُسْتَعْمَلًا وَيُوْجِبَ التَّمَسُّكَ
بِمَا النَّاسُ عَلَيْهِ فِيْ صَلَاتِهِمْ مِنْ تَشَهُّدِهِمُ الَّذِيْ
يَتَشَهَّدُوْنَ بِهٖ فِيْمَا اَنَّ اَبَا عِيْسٰى مُوْسٰى بْنِ عِيْسٰى
الْكُوْفِيَّ قَدْ حَدَّثَنَا قَالَ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ
الْجُعْفِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ
مُخَيْمِرَةَ: فَانْتَفٰى اَنْ تَكُوْنَ الزِّيَادَةُ الَّتِيْ فِي الْحَدِيْثِ
الْاَوَّلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَثَبَتَ اِنَّمَا عَنْ مُجَاهِدٍ ۔ وَمِمَّا
يَدُلُّ عَلٰى فَسَادِ ذٰلِكَ وَجُوْبِ الْاٰخِيْرِ بِغَيْرِهٖ مِمَّا
النَّاسُ عَلَيْهِ فِيْ صَلَوَاتِهِمْ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ وَاَبَا مُوْسٰى
الْاَشْعَرِيَّ وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَغَيْرَهُمْ مِنْ اَصْحَابِ
رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَدْ رَوَوُا التَّشَهُّدَ عَنْ رَسُوْلِ
اللهِ ﷺ بِغَيْرِ خِلَافِهٖ لِمَا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْهُ فِيْ
حَيَاتِهٖ وَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ وَقَدْ ذَكَرْنَا ذٰلِكَ فِيْ بَابِهٖ مِنْ
كِتَابِنَا فِيْ (شَرْحِ مَعَانِي الْاٰثَارِ) وَمِمَّا وَكَذٰلِكَ
اَيْضًا اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَدْ كَانَ
بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِيِّ ﷺ عَلَّمَ النَّاسَ التَّشَهُّدَ كَذٰلِكَ ۔

(کہ حضرت مجاہد (جو ابو معمر کے شاگرد ہیں) نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے حالانکہ خود حضرت ابو معمر یہ اضافہ نقل نہیں کرتے تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مخالف یہ اضافہ حضرت ابو معمر کے کسی شاگرد سے ہوا ہے نہ کہ ابو معمر سے، میں ابو جعفر طحاوی کہتا ہوں اس اضافہ والی روایت پر عمل سے جو احادیث روکتی ہیں اور اس تشہد کا پڑھنا لازم کرتیں ہیں جو تمام مسلمان اپنے تشہد میں پڑھتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں ابو عیسی موسی بن عیسی کوفی کہتے ہیں ہمیں حسین بن علی جعفی، ان سے حسن بن حران سے قاسم بن مخیمرہ نے بیان کیا کہ

حضرت علقمہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تشہد سکھایا اور وہ یہی تشہد ہے جو ہم تک احادیث میں پہنچا ہے اور اس میں اضافہ نہیں جو مسلمانوں کے تشہد کے مخالف ہے تو جو حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اضافہ نقل ہوا اس کی نفی ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ اضافہ مجاہد سے منقول ہے اس اضافہ کے فساد و بطلان اور لوگوں کی نماز میں تشہد کے لزوم پر یہ دلیل بھی ہے کہ حضرت ابن عمر، ابو موسیٰ اشعری، جابر بن عبداللہ اور دیگر صحابہ نے بلا اختلاف رسول اللہ ﷺ سے وہی تشہد روایت کیا ہے جسے مسلمان آپ کی ظاہری حیات میں اور بعد از وصال پڑھتے ہیں جس کا تذکرہ ہم نے اپنی کتاب شرح معانی الاثار میں اور اس کے متعلقہ باب میں کر دیا ہے ہماری اس بات کو اس سے بھی تقویت و تاکید ملتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد جس تشہد کی تعلیم دی اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں منبر پر بیٹھ کر تشہد کی تعلیم دی اور اس میں السلام علیك ایها النبی کے الفاظ ہی موجود ہیں)

[illegible] کے ساتھ روایات کا تذکرہ کیا پھر سوال کیا

فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ: وَكَيْفَ يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ النَّبِيُّ ﷺ
يُخَاطَبُ بَعْدَ حَيَاتِهٖ؟ فَكَانَ جَوَابُنَا لَهٗ فِيْ ذٰلِكَ
بِتَوْفِيْقِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَعَوْنِهٖ: اَنَّ اَبَا عُبَيْدٍ ذَكَرَ عَنْ
ابْنِ عُيَيْنَةَ اَنَّ مِمَّا اَجَلَّ اللهُ بِهٖ رَسُوْلَهٗ ﷺ اَنْ
يُسَلِّمَ عَلَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ فِيْ
حَيَاتِهٖ فَكَانَ هٰذَا حَسَنًا وَقَدِ اسْتَخْرَجَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
فِيْ مَعْنًى حَسَنًا

(کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات کی طرح

ہم یہ جواب دیں گے کہ امام ابوعبیدہ نے حضرت سفیان بن عیینہ سے نقل کیا کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو یہ درجہ وعزت دی ہے کہ آپ ﷺ پر وصال کے بعد بھی اسی طرح سلام عرض کیا جائے گا جیسے آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں سلام عرض کیا جاتا تھا یہ بات خوب ہے بعض اہل علم نے اس کا استنباط بھی رسول اللہ سے یوں کیا اور یہ نہایت ہی خوب صورت ہے کہ رسالتماب قبرستان تشریف لے جاتے تو اہل قبور کو یوں سلام فرماتے)

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ

اس عملِ پاک پر سند کے ساتھ دو روایات ذکر کر کے فرماتے ہیں

فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدْ سَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ الْمَقْبَرَةِ وَهُمْ مَوْتٰى كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمْ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَاِذَا جَازَ ذٰلِكَ فِيْ اَهْلِ الْمَقْبَرَةِ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَجْوَزُ وَهٰذَا مَعْنًى حَسَنٌ وَاللهِ نَسْأَلُهُ التَّوْفِيْقَ (۱)

(کہ یہ حدیث نشان دہی کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اہل قبرستان (مردوں) کو اس طرح سلام فرماتے جس طرح انہیں دنیاوی زندگی میں فرمایا کرتے جب یہ صورت اہل قبرستان کے لیے جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہ دلیل نہایت ہی خوبصورت ہے اللہ تعالی سے ہی توفیق کا سوال ہے)

تبدیلی چند دنوں کے لیے

ہمارے علم میں یہ بات بھی رہنی چاہیے کہ اگر کوئی تبدیلی بعض روایات میں [illegible] ہے تو یہ تبدیلی دائمی نہ تھی بلکہ چند دنوں کے لیے تھی کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ تابعین کا بیان موجود ہے کہ انھوں نے ہمیں اسی تشہد کی تعلیم دی جس میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے کلمات ہیں اگر تبدیلی دائمی ہوتی تو [illegible]

[illegible] رضی اللہ عنہ اس کے بعد کسی کو بھی 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی تعلیم نہ [illegible] السلام علی النبی پڑھنے کی تلقین کرتے۔

پھر یہ بھی سامنے آچکا ہے کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پر صحابہ کا [illegible] ہے خلفاء راشدین ہزار ہا صحابہ کے سامنے انہی کلمات کی تعلیم دیتے

تو ماننا پڑے گا کہ اگر بالفرض کسی نے ان کلمات میں تبدیلی کی تو وہ چند دنوں [illegible] تھی نہ کہ دائمی

اب تک یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ صحابہ نے تبدیلی نہیں کی اگر کی تو [illegible] کی اور وہ بھی چند دن کی نہ کہ ہمیشہ کے لیے کی

[illegible] یلی میں مصلحت کیا تھی؟

[illegible] قابل توجہ ہے کہ چند دن تبدیلی میں مصلحت کیا تھی؟

تو وہ آئمہ اُمت نے واضح طور پر بیان کر دی ہے کہ سرور عالم ﷺ کے وصال [illegible] ان پر اس قدر رہا کہ ان پر جہان وکائنات تاریک ہوگئی، حضرت انس رضی اللہ [illegible] کا بیان ہے جس دن سرور عالم شہر مدینہ تشریف لائے اس سے بڑھ کر روشن دن [illegible] بھی نہیں دیکھا، مدینہ طیبہ کی ہر شے روشن ہوگئی اور جس دن آپ ﷺ کا وصال [illegible] دن سے بڑھ کر تاریک دن نہیں دیکھا، شہر مدینہ تمام کا تمام تاریک ہو گیا اور [illegible] اس قدر تھا۔

وَكَانَ اَحَدُنَا يَبْسُطُ يَدَهٗ فَلَا يُبْصِرُ (۱)

(حتی کہ اگر ہم ہاتھ پھیلاتے تو وہ نظر نہ آتا)

[illegible] کیفیات

بعض صحابہ بہرے ہو گئے، بعض گونگے، بعض بے حرکت ہو گئے بعض نے [illegible] انا چھوڑ دیا، جب آپ کی سواری غم برداشت نہ کر سکی اور اپنے آپ کو کنویں [illegible] کر لیا تو صحابہ کی کیفیات کا عالم کیا ہوگا؟

گم سم ہو گئے

بعض صحابہ کے بارے میں ہے کہ وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ساری زندگی گم سم ہو کر رہ گئے مثلاً حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے

فَاَضْنٰی حَتّٰی مَاتَ کَمَدًا (۱)

(وصال نبوی کے بعد اس طرح گم سم ہوئے کہ اس حالت فراق میں فوت ہو گئے)

حضرت بلال نے اذان دینا چھوڑ دی

کسے معلوم نہیں کہ وصال نبی کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھنا ترک کر دی حالانکہ وہ اذان کی برکات وثواب کا علم رکھتے تھے، جب بھی ان سے اذان کہا جاتا تو کہتے اب میرے لیے اذان کہنا میری برداشت سے باہر ہے، ایک دن حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ارشاد پر اذان شروع کی تو اسے مکمل نہ کر سکے ان کیساتھ تمام اہل مدینہ اس قدر روئے کہ ہر طرف کہرام مچ گیا (۲)

میری آنکھیں واپس لے لے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے، کہ بیٹے نے آکر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا ہے سن کر ہاتھ اٹھا دیے اور یہ دعا کی

اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ بَصَرِیْ لَا اَرٰی بَعْدَ حَبِیْبِیْ مُحَمَّدٍ ﷺ
اَحَدًا فَکَفَّ بَصَرِیْ (۳)

(اے اللہ میری آنکھیں لے لے تا کہ میں اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں تو ان کی آنکھیں اسی وقت ختم کر دی گئیں اور وہ نابینا ہو گئے)

---

(۱) سبل الہدیٰ، ۲، ۲۷۴

(۲) الصلات والبشر، ۱۸۷

(۳) المواہب اللدنیہ، ۲، ۹۴

نداؤں کے لیے وجہ تبدیلی یہ ہے:

تو اس تبدیلی کا سبب یہ ہے کہ وہ ہجر وفراق اور شدت وغم کی وجہ سے الفاظ و خطاب سے سلام عرض نہ کرتے کہیں ان کے سینے پھٹ نہ جائیں، یہ وجہ نہ تھی کہ اب خطاب جائز نہیں رہا یا آپ ﷺ زندہ نہیں اور سنتے دیکھتے نہیں کیونکہ اگر وجہ یہ ہوتی تو اس تبدیلی پر قائم رہتے حالانکہ ایسا ثابت ہی نہیں

مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) مذکورہ حکمتِ تبدیلی اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں

اب یہاں یہ بات معلوم کرنا چاہیے کہ بعد وفات شریف کے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خطاب وندا کو بدلنا ثابت ہو تو سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ تشریف فرمائے عالم ابدی ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مسند خلافت الٰہی کو [illegible] سے آنحضرت ﷺ کے خالی پایا عالم آنکھوں میں تاریک ہو گیا۔ غم والم کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعضوں سے دیوانوں کی حرکات صادر ہونے لگیں بات بات پر [illegible] ومراحم مربیانہ ایک مصیبت برپا کیے دیتے تھے باوجودیکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے ثوابوں سے خوب واقف تھے اور اسی کام پر مامور تھے مگر اس صدمہ [illegible] ان کو اس فضیلت عظمیٰ سے باز رکھا کیونکہ جب نام مبارک زبان پر آجاتا تو نقشہ [illegible] کا آنکھوں کے سامنے پھر جاتا پھر اس حالتِ جان کا بیان کیا ہو سکے کہ جس کی وجہ [illegible] ایسی فضیلتِ عظمیٰ کی طرف مبادرت نہیں کر سکتے تھے

[illegible] کمال کر لکھا

واقع میں اس مصیبت کی کوئی انتہا نہیں سواری مبارک کے جانور پر اس صدمہ کا [illegible] کہ متحمل نہ ہو سکا آخر خودکشی کی چنانچہ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے جب [illegible] کا یہ حال ہو تو ان جانباز ان خستہ جگر کا کیا حال ہوا ہوگا جن کو محبت آنحضرت ﷺ [illegible] عالم اور جان سے زیادہ تر تھی؟ مگر ہر آسودہ حال کو اس حالت کی کیا خبر؟ اس کو تو [illegible] ہیں جو ذوق محبت سے واقف اور فراق کے صدمے اٹھا چکے ہوں

الحاصل:

کمال غم والم کے سبب سے اوائل میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خطاب ترک کر دیا پھر جب وہ حالت بسبب اِمتداد زمانہ کے فرو ہو گئی بحسب تعلیم آنحضرت ﷺ کے پھر اسی طور پر بصیغہ خطاب وندا پڑھنا شروع کیا چنانچہ صحابہ و تابعین کا عمل اسی پر رہا اور آج تک وہی جاری ہے اثبات اس دعویٰ کا کئی وجوہ ہوسکتا ہے۔(۱)

یہ ان کا اجتہاد ہے

تمام آئمہ اُمت نے یہ تصریح کر دی ہے کہ اگر یہ روایت ثابت ہو بھی جائے تو زیادہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فقط اجتہاد ہے اور اسے کسی نے بھی تعلیم وفرمان نبوی ﷺ قرار نہیں دیا

البتہ شیخ ناصرالدین البانی (ت،۱۴۲۰) نے لکھا

لَا بُدَّ اَنْ یَّکُوْنَ ذٰلِكَ بِتَوْقِیْفٍ عَنْهُ ﷺ وَیُؤَیِّدُهٗ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا كَذٰلِكَ كَانَتْ تُعَلِّمُ التَّشَهُّدَ فِی الصَّلَاةِ، اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ رَوَاهُ السِّرَاجُ فِیْ مُسْنَدِهٖ جلد۹،۱۱۲۰ وَالْمُخَلِّصِ فِی الْفَوَائِدِ (ج۱۱:۱۱۵۴) بِسَنَدَیْنِ صَحِیْحَیْنِ عَنْهَا (۲)

(یہ تبدیلی یقیناً حکم نبوی ﷺ کی بنا پر ہوئی اور اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں ہوتی ہے کہ وہ تشہد نماز میں 'السلام علی النبی' سکھایا کرتیں اسے السراج نے مسند میں مخلص نے فوائد میں دو صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا)

سراسر زیادتی وظلم

البانی کا یہ کہنا کہ یہ تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ہوئی سراسر زیادتی اور ظلم ہے

(۱) انوار احمدی، ۲۰۴_۲۰۲
(۲) صفۃ صلاۃ النبی، ۱۴۳

کیونکہ تمام اُمت نے اسے صحابی کا اجتہاد قرار دیا ہے اور صحابی کا اجتہادی قول حکماً بھی مرفوع نہیں ہوتا ہاں ان کا غیر اجتہادی قول مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ ایسا حکم نبوی سے ہوا تو پھر صحابہ کرام کا اس کے خلاف اجماع کیسے ہوگیا؟ گویا ایسی بات کہنا اس بات کا اعلان ہے کہ تمام صحابہ نے حکم نبوی کی مخالفت کی حالانکہ ایسی بات کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا اگر حکم نبوی موجود ہوتا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کو اس سے ضرور مطلع کرتے تو ممکن ہی نہیں کہ صحابہ اسے تسلیم نہ کرتے تو 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پر اجماع بتا رہا ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ صحابی کا اجتہاد ہے

تصریحات ملاحظہ کیجئے

اس مقام پر آئمۂ اُمت کی چند تصریحات بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ معاملہ میں کوئی [illegible] ہے۔

امام محمد عابد سندھی حنفی (ت،۱۲۵۷) 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پر اجماع کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

فَغَایَةُ مَا یُفْهَمُ مِنْ فِعْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْمَا اَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ وَغَیْرُهٗ وَفِیْ فِعْلِ الصَّحَابَةِ الَّذِیْنَ حَکٰی عَنْهُمْ عَطَاءٌ اَنْ یَّکُوْنَ اِجْتِهَادًا مِنْهُمْ لَا اَنَّهٗ بِتَوْقِیْفٍ مِّنَ الشَّارِعِ ﷺ (۱)

(زیادہ سے زیادہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جسے امام بخاری وغیرہ نے نقل کیا اور دیگر صحابہ سے جو حضرت عطاء نے نقل کیا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہے نہ کہ انھیں یہ حکم نبوی ﷺ تھا)

نوٹ:

اس کتاب کا مخطوط جامعہ مجددیہ کراچی کی لائبریری میں موجود ہے ادارہ کے

سربراہ مفتی محمد جان نعیمی زید مجدہ نے ہمیں اس کی کاپی مہیا کی، اللہ تعالیٰ ہمیں اور انہیں اپنی مزید خصوصی رحمتوں سے نوازے۔ امین

۲۔ علماء دیوبند میں سے ہر ایک نے تصریح کی ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا، شیخ رشید احمد گنگوہی کا ایک فتویٰ من وعن سوال وجواب کی صورت میں ملاحظہ کیجئے

سوال:

بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنھم نے تشہد میں صیغہء خطاب 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے بجائے 'السلام علی النبی' صیغہ غائب سے بدل لیا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے اور صیغہ غائب فتح الباری وعینی وغیرہ شراحِ حدیث اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنھم نے صیغہ تعلیم خطاب کو بدل دیا اور پسند نہ کیا تو معلوم ہوا کہ خطاب غائب کو ناجائز ہے یا اولیٰ نہیں ہر حال صلوۃ وسلام میں یا تشہد میں خطاب کا نہ کہنا افضل ہے جیسا کہ صحابہ کا معمول تھا یا نہیں جو کہ معمول زمانہ ہے اگر نہیں ہے تو وجہ کیا ہے (مرسلہ محمد نبی صاحب مراد آبادی)

جواب:

اگر کسی کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں تو کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ کہے اور جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سلام وصلوۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک جماعت ملائکہ کی اس کام کے واسطے مقرر ہے جو احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا تو کوئی یہ حرج نہیں

کسی مصلحت کو یہ کیا ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے دیکھو کہ حیاتِ فخرِ عالم ﷺ میں بھی لوگ دور دراز اپنے بیوت میں اور مکہ اور بلاد بعید میں خطاب کے لفظ سے پڑھتے تھے جو وہاں خطاب درست تھا اب کیا وجہ ہے جو حرام ہو علم غیب نہ وہاں تھا نہ یہاں الخ

آپ کو ملائکہ پہنچاتے تھے اور اب بھی لہذا صیغہ کو خطاب سے بدلنا کوئی ضروری نہیں اور اس میں تقلید بعض صحابہ کی ضروری نہیں ورنہ خود آپ علیہ الصلوۃ والسلام ارشاد فرماتے کہ بعد میرے انتقال خطاب مت کرنا بہر حال صیغۂ خطاب رکھنا اولیٰ ہے کہ اصل تعلیم اس طرح ہے اور مراد بعض صحابہ کی کسی مصلحت کی وجہ سے تھی یا اجتہاد تھا یا استحساناً تھا نہ وجوباً اس واسطے جملہ فقہاء آئمۂ اربعہ کے متمذہب سب اسی صیغہ کو نقل فرماتے ہیں اور تبدیلی صیغہ کی ضرورت نہیں لکھتے۔ فقط واللہ اعلم (رشید احمد عفی عنہ) (۱)

مولانا انوار اللہ فاروقی (ت، ۱۳۳۵) تفصیلی گفتگو کے بعد لکھتے ہیں

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اپنے اجتہاد سے خطاب وندا کو بدل دیا اور 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کہنا شروع کیا کیونکہ اگر یہ السلام بطور حکایت ہوتا تو بدلنے کی ضرورت نہ تھی پس ثابت ہوا کہ یہ سلام انشاء ہے نہ کہ حکایت (۲)

امام بخاریؒ کا عمل

یہاں یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ امام بخاری اس روایت کو کتاب الاستئذان کے باب مصافحہ میں لائے ہیں اسے انھوں نے کتاب التشہد میں ذکر نہیں کیا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول معمول بہ نہیں ہے اور امام بخاری ترکِ خطاب کو پسند نہیں کرتے تو امام بخاری کا عمل ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے

شیخ ناصر الدین البانی (ت، ۱۴۲۰) نے بخاری کی اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں اس میں اضافہ بتا رہا ہے کہ صحابہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ پڑھا کرتے جب وصال ہو گیا تو انھوں نے خطاب ترک کر کے الفاظ غیبت شروع کر دیے تو اب وہ السلام علی النبی پڑھتے (۳)

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل، ۸۹۰

۲۔ انوار احمدی، ۲۰۲

اس پر عظیم محقق شیخ محمد عوامہ مدنی حفظہ اللہ نے جو گرفت کی وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے ہم ان کی من وعن عبارت مع ترجمہ ذکر کیے دیتے ہیں پہلے وہ ان کا استدلال لاتے ہیں۔

هٰذِهِ الرِّوَايَةُ تُفِيدُ أَنَّهُ يَنْبَغِي لِلْمُصَلِّي أَنْ يَقُولَ فِي تَشَهُّدٍ فِي الصَّلَاةِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ دُوْنَ كَافِ الْخِطَابِ وَتَمَسَّكَ بِهٰذَا صَاحِبُ صَلَاةِ النَّبِيِّ وَفِي هٰذَا نَظَرٌ وَبَيَانُهُ: أَنَّ الْبُخَارِيَّ رَوٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ فِي سَبْعَةِ مَوَاضِعَ مِنْ (صَحِيْحِه) مِنْهَا ثَلَاثَةٌ فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالصَّلَاةِ (۸۳۱، ۸۵۳، ۲۰۲) وَاثْنَانِ فِي الْاِسْتِيْذَانِ (۶۲۳۰، ۵۶۲۶) وَوَاحِدٌ فِي الدَّعَوَاتِ (۶۳۲۸)، وَوَاحِدٌ فِي التَّوْحِيْدِ (۷۳۸۱) وَهٰذِهِ الزِّيَادَةُ رَوَاهَا الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيْقِ أَبِي مَعْمَرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَخْبَرَةَ فِي الْمَوْضِعِ الثَّانِي مِنْ كِتَابِ الْاِسْتِيْذَانِ فَقَطْ، فِي بَابِ الْمُصَافَحَةِ، لِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ: كَفِّي فِي كَفَّيْهِ فَكَوْنُ الْبُخَارِيِّ لَمْ يُوْرِدْهَا فِي مَحَلِّهَا الْمُنَاسِبِ فِي أَبْوَابِ التَّشَهُّدِ لِيَتِمَّ الْعَمَلُ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ: إِشَارَةٌ مِّنْهُ إِلَى عَدَمِ اخْتِيَارِهِ لَهَا، وَلَوْ أَرَادَ ذٰلِكَ لَأَوْرَدَهَا تَحْتَ بَابِ: التَّشَهُّدِ فِي الْآخِرَةِ مَعَ أَنَّهُ لَمْ يُوْرِدْ تَحْتَهُ إِلَّا اللَّفْظَ الْمَعْهُوْدَ عِنْدَ خَاصَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ

(یہ روایت بتا رہی ہے کہ نمازی کو چاہیے کہ وہ نماز میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھے نہ کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ مصنف صَلَاةِ النَّبِيِّ نے اس سے یہ استدلال کیا ہے لیکن یہ محل نظر واعتراض ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو صحیح میں سات مقامات پر ذکر کیا یہ تین نماز کے متعلق ۸۳۱، ۸۳۵، ۱۲۰۲ دو مقامات استیذان

میں ہیں ۶۲۳۰، ۶۲۲۵، ایک دعوات میں ۶۳۲۸، اور ایک توحید میں ۷۳۸۱، ہے یہ اضافہ امام بخاری نے ابومعمر عبداللہ بن سخبرہ سے فقط کتاب الاستیذان کے دوسرے مقام پر باب المصافحہ میں کیا ہے کیونکہ اس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں میرا ہاتھ، رسول اللہ ﷺ کے دونوں مقدس ہاتھوں میں تھا تو امام بخاری کا اسے ابواب تشہد میں نقل نہ کرنا تا کہ اس پر عمل ہوتا بتا رہا ہے کہ اس پر عمل ان کا مختار نہیں اگر ان کا یہ قول مختار ہوتا تو وہ اسے باب التشہد فی الآخرة میں ذکر کر دیتے حالانکہ انھوں نے اس کے ہوتے ہوئے وہاں وہی الفاظ تشہد نقل کیے جو خواص وعوام مسلمان پڑھا کرتے ہیں)

اس کے بعد امام بخاری کے ایک ضابطہ کی نشاندہی کرتے ہوتے لکھا

حافظ ابن حجر عسقلانی (ت، ۸۵۲) نے امام بخاری کے اس ضابطہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے

قَدْ يَكُوْنُ الْحَدِيْثُ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَيُعَارِضُهُ عِنْدَهُ مَا هُوَ أَوْلٰى بِالْعَمَلِ بِهِ مِنْ حَدِيْثٍ آخَرَ فَلَا يُخْرِجُ ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ فِي بَابِهِ وَيُخْرِجُهُ فِي آخَرَ أَخْفَى لِيُنَبِّهَ عَلٰى أَنَّهُ صَحِيْحٌ إِلَّا أَنَّ مَا دَلَّ ظَاهِرُهُ عَلَيْهِ غَيْرُ مَعْمُوْلٍ بِهِ عِنْدَهُ (۱)

(کبھی حدیث امام بخاری کے شرائط پر ہوتی ہے لیکن دوسری حدیث عمل کے لئے اولیٰ ہونے کی وجہ سے اس کے مخالف ہے تو امام بخاری اسے باب کے تحت نہیں لاتے بلکہ کسی اور جگہ ذکر کر دیتے ہیں تا کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ یہ روایت صحیح ہے مگر جو اس سے ظاہر ہو رہا ہے اس پر اُمت کا عمل نہیں)

شیخ محمد عوامہ مدنی کی قیمتی گفتگو

اس مسئلہ پر اس مقام پر شیخ محمد عوامہ مدنی نے قیمتی گفتگو کی ہے وہ بھی نقل کر دیتے ہیں تا کہ معاملہ مزید آشکار ہو جائے لکھتے ہیں

ثُمَّ اِنَّ الْحَدِیْثَ رُوِیَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ دُوْنَ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ مِنْ طَرِيْقِ تَلَامِذِهِمْ مِنْهُمْ اَجَلُّ مِنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ وَاَلْصَقُ بِابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهُمْ اَبُوْ وَائِلٍ شَقِيْقُ بْنُ سَلَمَةَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ وَهُمْ وَارِثُوْ عُلُوْمِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ وَاَبُو الْاَحْوَصِ الْجُشَمِیُّ وَلَيْسَ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ هٰذِهِ الزِّيَادَةُ وَالرِّوَايَاتُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ مُتَعَدِّدَةُ الطُّرُقِ فِی الصَّحِيْحَيْنِ وَغَيْرِ هِمَا وَاَمَامَكَ رِوَايَةُ عَلْقَمَةَ. وَفِيْهَا تَعْلِيْمُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَهُ التَّشَهُّدَ بِالْاَخْذِ بِالْيَدِ بِكَافِ الْخِطَابِ، وَكَانَ هٰذَا بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ ﷺ بِيَقِيْنٍ كَمَا اَنَّ الرِّوَايَةَ الْاٰتِيَةَ بِرَقْمِ (٣٠١٢) عَنْ عَلْقَمَةَ وَتَعْلِيْمُهُ التَّشَهُّدَ لِلْاَعْرَابِیِّ تَاْتِيْكَ بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَقَدْ رَوَى ابْنُ سَعْدٍ (٦-٨٩) بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنِ الْاَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ، رَاَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يُعَلِّمُ عَلْقَمَةَ التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُهُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَيَاْتِیْ بَعْدَهَا (٣٠١٣) اَلرِّوَايَةُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِیِّ، وَهُوَ مَعْرُوْفٌ بِوِرَاثَةِ عُلُوْمِ ابْنِ مُسْعُوْدٍ، فَاَيْنَ هٰؤُلَاءِ مِنْ زِيَادَةِ اَبِیْ مَعْمَرٍ؟ وَاَيْنَ زِيَادَةُ اَبِیْ مَعْمَرٍ مِنْ رِوَايَاتِ هٰؤُلَاءِ؟ وَلْتَنْظُرِ الرِّوَايَاتِ فِی الْبَابِ الَّذِیْ اَفْرَدَهُ الطَّبْرَانِیُّ ١٠(٩٨٨٣-٩٩٤٢)

لِرِوَايَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَهِیَ سِتُّوْنَ رِوَايَةً، وَلِبَعْضِهَا عِدَّةُ طُرُقٍ وَفَوْقَ هٰذَا، فَالشَّيْخَانِ الْجَلِيْلَانِ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَّمَا النَّاسَ التَّشَهُّدَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِلَفْظِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ، كَمَا سَتَرَاهُ (٣٠٠٨،٣٠٠٩) وَكَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، بَلْ يَوْمَ صَنِيْعِ اَبِیْ بَكْرٍ ذٰلِكَ كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فِی الْمَدِيْنَةِ لَمْ يَخْرُجْ مِنْهَا اِلَى الْكُوْفَةِ وَ ذَكَرَ ذَاكَ الشَّاذَ فِیْ كِتَابِهٖ الْمُشَارِ اِلَيْهِ تَعْلِيْمَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لِلنَّاسِ التَّشَهُّدَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ فِيْهِ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ) وَقَالَ فِی التَّعْلِيْقِ رَوَاهُ (مَالِكٌ وَالْبَيْهَقِیُّ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ، وَالْحَدِيْثُ وَاِنْ كَانَ مَوْقُوْفًا فَهُوَ فِیْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ ـ ـ ـ) ثُمَّ اِنَّكَ تَرٰى فِيْمَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ مِنْ رِوَايَاتِ الْبَابِ اَلرِّوَايَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰى، وَاَبِیْ سَعِيْدٍ وَجَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَذٰلِكَ جَاءَتِ الرِّوَايَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ عِنْدَ الطَّحَاوِیِّ فِیْ (شَرْحِ مَعَانِی الْاٰثَارِ ١، ٢٦١) فَمَا بَعْدَهَا وَلَسْتُ بِصَدَدِ تَتَبُّعِ الرِّوَايَاتِ فِیْ ذٰلِكَ اِنَّمَا اَذْكُرُ هٰذَا لِاَقُوْلَ ـ اَنَّ لِمِثْلِ هٰذَا الْكَثْرَةِ الْكَاثِرَةِ حُكْمَ الطَّحَاوِیِّ فِیْ (شَرْحِ مُشْكِلِ آثَارٍ) ٩-٤٠٩ فَمَا بَعْدَهَا عَلٰى هٰذِهِ الزِّيَادَةِ بِالنَّكَارَةِ وَالصِّحَّةُ الْاِسْنَادِيَّةُ وَالنَّكَارَةُ قَدْ يَجْتَمِعَانِ كَمَا هُوَ مَعْلُوْمٌ (١)

(۱) پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اس اضافہ کے بغیر ان

کے تلامذہ سے مروی ہے جو معمر سے کہیں اعلی اور ابن مسعود سے زیادہ
مستفیض ہونے والے ہیں اور وہ حضرت ابو وائل بن سلمہ، علقمہ بن قیس
اور اسود بن یزید ہیں اور علوم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے وارث
یہی لوگ ہیں اور ابو الاحوص الجشمی تو ان میں سے کسی نے بھی یہ اضافہ
روایت نہیں کیا حضرت ابو وائل سے بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں متعدد
اسناد سے روایات موجود ہیں قارئین ابن ابی شیبہ میں تمھارے سامنے
حضرت علقمہ کی روایت ہے جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے
ان کا ہاتھ پکڑ کہ تشہد کی تعلیم دی اور اس میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا
النَّبِيُّ '' کے الفاظ ہیں اور یہ تعلیم قطعی ویقینی طور پر وصال نبوی کے بعد
ہی ہے اس طرح مصنف ابن ابی شیبہ کی آئندہ روایت ۳۰۱۲ حضرت
علقمہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے اعرابی کو تشہد سکھایا تو اس میں
الفاظ السلام عليك ايها النبي کے ہی ہیں، امام ابن سعد
(۶،۸۹) نے سند صحیح کے ساتھ اسود بن یزید سے روایت کیا کہ میں نے
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت علقمہ کو تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے
دیکھا جیسے وہ قرآن کی تعلیم دے رہے ہیں اس کے بعد روایت ۳۰۱۳
حضرت ابراہیم نخعی سے ہے اور یہ علوم ابن مسعود کے وارث ہونے میں
معروف ہیں یہ لوگ اضافہ ابو معمر کیوں نقل نہیں کرتے؟ پھر ان کے مقابلہ
میں ابو معمر کہاں ٹھہر سکتے ہیں؟ ہمیں ان روایات کا مطالعہ بھی کرنا چاہیے
جنھیں امام طبرانی نے جلد ۱۰ حدیث ۹۸۸۳ تا ۹۹۴۲ حضرت ابن
مسعود سے روایت کیں ہیں اور ان کی تعداد ساٹھ ہے اور ان میں سے
بعض کی متعدد اسناد ہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ شیخین حضرت ابو بکر اور
حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے منبر پر بیٹھ کر جو تشہد مسلمانوں کو سکھایا اس
میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ '' ہی ہے جیسے روایت
۳۰۰۲، ۳۰۰۸، میں ملاحظہ کریجے اور یہ تمام وصال نبوی کے بعد ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ شہر مدینہ میں ہی تھے اور کوفہ تشریف نہیں
لے گئے تھے اس شاذ قول والے (البانی) نے اپنی مذکور کتاب صفة
صلاة النبي میں خود ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر
تشریف فرما ہو کر جو مسلمانوں کو تشہد سکھایا اس میں الفاظ ''اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ '' ہی تھے اس کے حاشیہ میں لکھا، اسے امام مالک
اور امام بیہقی نے سند صحیح سے نقل کیا۔ روایت اگرچہ موقوف ہے لیکن حکم
مرفوع میں ہے پھر ان روایات کو ملاحظہ کیجئے جو امام ابن ابی شیبہ نے اس
مسئلہ پر حضرت ابو موسی، ابو سعید اور جابر رضی اللہ عنھم سے نقل کیا اسی
طرح امام طحاوی نے شرح معانی الاثار ۱،۳۳۹ اور اس کے بعد حضرت
ابن عباس، ابن عمر اور ابن الزبیر سے روایات نقل کیں ہیں ہمارا مقصد
یہاں ان تمام روایات کو جمع کرنا نہیں یہ اس لئے ذکر کیا تا کہ ہم یہ کہہ سکیں
کہ اس قدر کثیر روایات کی وجہ سے امام طحاوی نے شرح مشکل
الاثار ۹، ۴۰۹، میں اس اضافہ کو منکر قرار دیا اور بعض اوقات سنداً روایت
کا صحیح ہونا اور منکر ہونا جمع ہو سکتے ہیں جو معروف ہے یہ حکم اور بات ہے
اور بخاری و مسلم پر حملہ آور ہونا اور ان پر دیگر کی روایات کو صحیح قرار دینا اور
بات ہے)

عظیم محدث شیخ عبداللہ صدیق غماری کی گفتگو

عالم اسلام کے عظیم محدث شیخ عبد اللہ الصدیق غماری (ت، ۱۴۱۳) نے اس پر
کتاب الرُّؤيَا فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ' میں بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے ہم اس کا
یہاں کیے دیتے ہیں

تشہد کے بارے میں متعدد احادیث ہیں ان میں سے سب سے اصح حضرت
عبد اللہ بن مسعود کی روایت ہے جسے امام بخاری اور مسلم نے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ
یوں تعلیم دی اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ

الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے حضرت قاسم کو انہی الفاظ میں تشہد کی تعلیم دی اور فرمایا رسول ﷺ کا یہی تشہد ہے، اسے امام بیہقی نے سند صحیح سے نقل کیا صحیح مسلم میں حدیث ابن عباس اسی طرح موطا اور سنن بیہقی میں صحیح سند کے ساتھ حدیث ابوموسیٰ اور حدیث عمر رضی اللہ عنہم ہے یہ اگرچہ موقوف ہے مگر حکم مرفوع میں ہے اس پر تنبیہ لازم ہے کہ

اِنَّ اَلْفَاظَ التَّشَهُّدِ الْمَرْفُوْعَةِ ثَبَتَتْ جَمِيْعُهَا بِلَفْظِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

(رسول اللہ ﷺ سے جو الفاظِ تشہد ثابت ہیں ان تمام میں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ہی ہے)

ہاں لفظِ سلام بعض میں معرفہ اور بعض میں نکرہ ہے

شوافع نے اسی سے اخذ کیا کہ تشہد میں بصورت خطاب رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرنا لازم وفرض ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں اس حدیث کی روایت کے بعد ہے جب آپ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے جب وصال ہوا تو ہم کہتے اَلسَّلَامُ يَعْنِيْ عَلَى النَّبِيِّ

حافظ لکھتے ہیں بخاری میں اسی طرح ہے ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں، سراج، جوزقی، ابونعیم اصبھانی اور بیہقی نے متعدد طرق سے امام بخاری کے شیخ ابونعیم سے یہ الفاظ نقل کیے جب وصال ہوگیا تو اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھتے یہاں لفظِ ''یعنی'' حذف نہیں ہے اس طرح امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابونعیم سے نقل کیا، امام سبکی نے شرح المنہاج میں فقط شیخ ابوعوانہ سے یہ روایت ذکر کر کے کہا اگر یہ بات صحابہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر سلام میں خطاب واجب نہیں تو اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

میں (ابن حجر) کہتا ہوں یہ بلاشبہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے اس کے لئے یہ قوی تائید موجود ہے امام عبدالرزاق [illegible]

سرورِ عالم ﷺ ظاہری حیات میں تھے تو صحابہ ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' پڑھا کرتے جب وصال فرمایا تو وہ 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' پڑھتے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (۱)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین صحابہ کے قول کا تقاضا وہی ہے جو امام سبکی نے کہا کہ خطاب سلام میں لازم وواجب نہیں جس طرح شوافع لازم کہتے ہیں تو اگر نمازی اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھے تو اس کی نماز درست ہے۔

اس کے باوجود امام سبکی اور حافظ ابن حجر نے خطاب کے افضل ہونے کا انکار نہیں کیا کیونکہ یہ حدیث ابن مسعود، ابن عباس، ابوعوانہ، ابن عمر، عائشہ، ابوسعید خدری، ابن زید اور دیگر سے مروی احادیث میں رسالتماب ﷺ سے سلام بصورتِ خطاب ثابت ہے اسے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ابومعمر، ابووائل، ابوالاحوص اسود وغیرھم نے یوں ہی نقل کیا۔

تو یہ تواتر سے ثابت ہوا اس پر رسول اللہ ﷺ نے وصال تک عمل فرمایا تو یہ قولی اور فعلی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان کہ اس طرح نماز ادا کرو جس طرح مجھے تم ادا کرتے دیکھتے ہو تو یہ خطاب کے لزوم ووجوب پر دال ہے جس طرح شوافع نے کہا تو ان کی دلیل نہایت ہی اعلیٰ وقوی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا الفاظِ غیب کی طرف جانا اگر بحکمِ نبی اکرم مانا تو یہ فقط لزوم کے خلاف قرینہ ہوگا لیکن یہ کہ اس کی وجہ سے خطاب ترک کر دیا قواعد اصولیہ اس کے مخالف ہیں۔

اگر کوئی معاصر (البانی) فعل حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اس خطاب کو منسوخ کہتا ہے اور یہ دعویٰ اس سے بعید بھی نہیں تو ہم جواباً یہ کہیں گے کہ یہ دعویٰ باطل ہے اگر ہم بطور مناظرہ مان لیں تو خطاب بلاشبہ مستحب ضرور ہوگا اس لئے کہ لزوم منسوخ ہو جاتا ہے تو استحباب باقی رہ جاتا ہے مثلاً ہر نماز کے لیے نیا وضو منسوخ مگر مستحب ہے قیام لیل کا وجوب منسوخ ہے مگر مستحب، یوم عاشورہ کے روزہ کا وجوب منسوخ مگر رکھنا مستحب ہے اس کی کثیر مثالیں موجود ہیں۔

بعض معاصرین (البانی وغیرہ) نے لکھا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول "قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" کا معنیٰ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ" کہا کرتے جب وصال ہوا تو انہوں نے اسے ترک کر کے "اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ" پڑھنا شروع کر دیا اور یہ یقیناً بحکم نبی ﷺ ہی ہوا۔

اس کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لائے کہ وہ لوگوں کو نماز کا جو تشہد سیکھاتیں اس میں اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ ہی تھا اسے سراج نے مسند، مخلص نے فوائد میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے (۱)

دعوی توقیف باطل ہے

یہ کہنا کہ یہ تبدیلی رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہی ہوئی ہے باطل و مردود ہے ہاں یہ تبدیلی حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے موافقین کا اجتہاد تھا، اس پر دلائل یہ ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظِ ہیں، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، یہ نص کی طرح ہیں کہ یہ ان کی اپنی رائے تھی اس لیے انہوں نے وصال کا ذکر کر کے بتایا کہ اس کے لئے الفاظ غائب مناسب ہیں اگر ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حکم ہوتا تو وہ یوں کہتے فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا بِاَمْرِهٖ اَوْ بِاِشَارَتِهٖ اَوْ بِاِرْشَادٍ مِّنْهُ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

(جب آپ کا وصال ہوا تو ہم نے آپ کے حکم یا اشارہ یا رہنمائی کی وجہ سے السلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا)

جب انہوں نے یوں نہیں کہا اور خود بیان بھی کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تشہد کی تعلیم دی کہ اُن کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تھا جو قطعی طور پر شاہد ہے کہ یہ فقط ان کا اجتہاد ہے۔

دوسری دلیل

تشہد کا تعلق نماز سے ہے جو اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ صحابہ تشہد کی تعلیم ایک ایک کو قرآنی سورت کی طرح دیتے اگر ان کے پاس بعد از وصال الفاظِ سلام میں تبدیلی کا حکم رسالتماب ﷺ سے ہوتا تو وہ ضرور الفاظِ تشہد ہمارے لیے نقل کرتے کیونکہ یہ تبدیلی تشہد کی تکمیل کے لیے قید ہے اور صحابہ جانتے ہیں کہ مقید کو قید کے بغیر ذکر کرنا ناجائز ہے۔

تیسری دلیل

مؤطا اور دیگر کتبِ حدیث میں اسانیدِ صحیح کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر لوگوں کو جو تشہد سکھایا اس کے الفاظ یہ تھے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الزَّكِيَّاتُ لِلّٰهِ اَلصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

انھوں نے مہاجرین و انصار کے سامنے یہ الفاظ تشہد سکھائے اگر خطاب سے غائب کی طرف سلام کے الفاظ کی تبدیلی کا حکم رسالتماب ﷺ نے دیا ہوتا تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کیونکر مخفی رہتا چلو اگر یہ ان کے علم میں نہ تھا تو دیگر علم والے صحابہ انہیں آگاہ کرتے۔

اسی کی مثل امام طحاوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان منبر پر جلوہ افروز ہو کر تشہد کی ان کو تعلیم دیا کرتے جیسے اساتذہ بچوں کو دیتے ہیں اور انہوں نے بھی وہی تشہد سکھایا جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اس کی سند میں زید العمی ہے جو متروک راوی ہے۔

چوتھی دلیل

امام طبرانی نے سند صحیح سے امام شعبی سے نقل کیا حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ
'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ' کے بعد یہ کلمات
کرتے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا، (ہمارے رب کا ہم پر سلام ہو) حالانکہ
رسالتمآب سے یوں ثابت نہیں لیکن یہ حضرت ابن مسعود کا بطور اجتہاد اضافہ ہے
طرح سلامِ خطاب کو غائب کے ساتھ بدلنا یہ بھی ان کا اجتہاد ہی ہے۔

پانچویں دلیل

امام ابو عاصم کہتے ہیں مجھے امام ابن اجریج نے بتایا، میں سن رہا تھا
عطاء رضی اللہ عنہ سے تشہد کے بارے میں سوال ہوا تو انھوں نے تشہد ابنِ عباس کا
کیا پھر کہا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی منبر پر یہی سکھاتے ہوئے سنا اور
نے حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی حضرت ابنِ زبیر کی مثل ہی پڑھتے ہوئے سنا میں
پوچھا حضرت ابن زبیر اور حضرت ابنِ عباس کا اس بارے میں کوئی اختلاف
حضرت عطاء نے کہا نہیں۔

اسے امام طحاوی نے نقل کیا یہ اثر وروایت مصنف عبدالرزاق میں غائب
الفاظ سے ہے لیکن روایت طحاوی راجح ہے کیونکہ حضرت عطاء نے تشہد ابن عباس
حوالہ دیا اور اس میں سلام الفاظ خطاب کے ساتھ ہی ہے۔

چھٹی دلیل

رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات میں تمام مسلمان خواہ مکہ میں مقیم تھے
اور اطراف جزیرہ، عرب میں وہ نماز کے تشہد میں رسول اللہ ﷺ پر سلام الفاظ
سے عرض کیا کرتے اور یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ ﷺ نے انھیں الفاظ کی تبدیلی کا
ہو حالانکہ یہ آپ ﷺ سے دور اور غائب تھے۔

ساتویں دلیل

رسالتمآب ﷺ کا وصال الفاظ خطاب کو غائب میں بدلنے کا تقاضا

ارا سلام آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاتا ہے خواہ ہم جہاں بھی ہوں امام احمد
نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ فِي الْاَرْضِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ

(اللہ تعالیٰ نے زمین پہ کچھ ملائکہ مقرر فرمائے ہیں جو دورہ کرتے رہتے ہیں اور وہ مجھ تک میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں)

حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے
انی نے المعجم الکبیر میں حضرت حسن بن علی علیہما السلام سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے

حَيْثُمَا كُنْتُمْ فَصَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ

(تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود شریف پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے)

امام منذری کے مطابق حسن ہے

بوی ﷺ سے کیوں بھاگتے ہو؟

ہم اپنے معاصر (البانی) کو یہ یاد دلاتے ہیں کہ تم لوگوں کو ہر جگہ رسول اللہ ﷺ
ارک الفاظ اختیار کرنے کا کہتے ہو

ما بَالُنَا نَرَاهُ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ يَحِيْدُ مِنَ اللَّفْظِ النَّبَوِيِّ الْمُتَوَاتِرِ الْمُتَوَارِثِ بَيْنَ الْاُمَّةِ جِيْلًا بَعْدَ جِيْلٍ ثُمَّ يَخْتَارُ لَفْظًا يَزْعَمُ اَنَّهُ عَنْ تَوْقِيْفٍ ؟ (۱)

(کیا وجہ اس مسئلہ میں وہ ان الفاظ نبوی سے بھاگ رہا ہے جو اُمت کے ہر دور وطبقہ میں تواتر سے چلے آرہے ہیں اور ان الفاظ کو وہ لے رہا ہے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ تبدیلی توقیفی (حضور ﷺ کی طرف سے) ہے۔

حسن علی سقاف کی گفتگو

البانی نے ''صِفَةُ صَلَاةِ النَّبِيِّ'' میں یہ ظلم وزیادتی کی کہ حضرت ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ تبدیلی حکم نبوی ﷺ پہ کی تھی۔ اس پر شیخ حسن علی سقاف نے اپنی کتاب ''صحیح صفة الصلاة النبی ﷺ'' میں جو گفتگو کی ہے اس مقام پر اس کا تذکرہ و مطالعہ خوب مفید رہے گا۔ علماء کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو تشہد منقول ہے اس کا نماز میں پڑھ لینا کافی ہے خواہ وہ تشہد ابن عباس ہو یا تشہد ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم

وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَقُوْلَ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ بَدَلَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ لِاَنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ عَلٰى فَرْضِ ثُبُوْتِهٖ عَنْهُ لَا يُنْسِخُ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ كَمَا هُوَ مُقَرَّرٌ فِيْ عِلْمِ الْاُصُوْلِ

(لیکن 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کی جگہ السلام علی النبی پڑھنا جائز نہیں کیونکہ بالفرض اگر قول صحابی ثابت بھی ہو تو یہ فرمانِ نبوی کو منسوخ نہیں کر سکتا جیسے علم اصول میں مسلمہ ضابطہ ہے)

اس پر حاشیہ میں انہوں نے یہ تفصیل بھی لکھی ہے

وَاَمَّا مَا جَاءَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَغَيْرِهٖ۔ مِنْ اَنَّهٗ غَيَّرَ لَفْظَةَ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) بِقَوْلِهٖ (اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ۔۔۔) فَهِيَ رِوَايَةٌ شَاذَّةٌ، لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِبَاقِي الرِّوَايَاتِ عَنْ سَيِّدِنَا ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ لِاَنَّهَا مُخَالِفَةٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، حَيْثُ عَلَّمَ سَيِّدُنَا عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّاسَ فِيْ خِلَافَتِهٖ عَلَى الْمِنْبَرِ التَّشَهُّدَ بِصِيْغَةِ (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) بِحُضُوْرِ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ اَحَدٌ كَمَا تَجِدُ ذٰلِكَ فِي الْمُوَطَّا (۱،۹۰) وَالرِّسَالَةِ لِلْاِمَامِ الشَّافِعِيِّ ص(۲۶۸) وَالْبَيْهَقِيِّ (۲،۱۴۲) وَقَالَ الْحَافِظُ الزَّيْلَعِيُّ فِيْ (نَصْبِ الرَّايَةِ ۱،۴۲۱، ۴۲۲) وَهٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ وَهُوَ

كَذٰلِكَ قَالَ الْحَافِظُ فِي (الْفَتْحِ،۲،۳۱۶) وَقَدِ اخْتَارَ مَالِكٌ وَاَصْحَابُهٗ تَشَهُّدَ عُمَرَ لِكَوْنِهٖ عَلَّمَهُ لِلنَّاسِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَلَمْ يُنْكِرْهُ فَيَكُوْنُ اِجْمَاعًا (۱)

(سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر سے جو منقول ہے کہ انہوں نے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کو 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' سے بدل لیا یہ شاذ روایت ہے کیونکہ یہ خود حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے باقی مروی روایات کے مخالف ہے اور پھر اجماعِ صحابہ کے بھی مخالف ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر صحابہ و تابعین کی موجودگی میں جس تشہد کی تعلیم دی اس میں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' کے الفاظ ہیں اور اس پر کسی نے بھی اعتراض نہ اٹھایا یہ مؤطاء امام مالک (۱۔۹۰) رسالہ امام شافعی (۲۶۸) اور بیہقی (۲،۱۴۲) میں موجود ہے حافظ زیلعی نے نصب الرایہ (۱،۴۲۱۔ ۴۲۲) پر لکھا اس کی سند صحیح ہے اور حقیقت بھی یہی ہے حافظ نے الفتح (۲،۳۱۶) میں لکھا امام مالک اور اس کے تلامذہ نے تشہد عمر کو مختار کہا کیونکہ یہ انہوں نے منبر پر بیٹھ کر سکھایا اور اس پر کسی نے اعترض نہ کیا اور اس پر اجماع ہو گیا)

فصل:

السلام علیک اور شاہد و ناظر

جب ثابت ہو گیا کہ رسالتمآب ﷺ روحانی وعلمی طور پر نمازیوں کے ساتھ ہوتے ہیں اسی لیے وہ آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کرتے ہیں 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' (اے نبی! آپ پر سلام ہو) تو اب یہ کہنا کہ اس سے حاضر و ناظر کا ثبوت نہیں ہوتا حالانکہ ایسی بات کہنا سوائے جہالت کے کچھ نہیں، اگر آپ ﷺ کسی طرح بھی موجود نہیں تو اس طرح کے الفاظ کہنا سوائے مذاق کے کچھ نہیں ہوگا

پھر یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ مخالفین جب اِن الفاظ میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں تو وہاں اُن کی دلیل یہی ہے کہ صحابہ نے تبدیلی اس لیے کی کہ لوگوں کو ان الفاظ سے حاضر و ناظر کا وہم پیدا نہ ہو۔

متعدد مقامات پر شیخ سرفراز صفدر وغیرہ نے یہی بات تحریر کی ہے آیئے کچھ مقامات سامنے لاتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تبدیلی ''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ'' کے تحت کہتے ہیں

تبرید النواظر میں یہ بات کہی گئی تھی کہ لفظ یا اور حرفِ خطاب (ک) حاضر و ناظر کو نہیں چاہتا اصل میں معراج کی رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے السلام علیک کے خطاب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا اور وہی الفاظ بدستور چلے آتے ہیں اور اُمت ان کو صرف حکایت ہی کے طور پر بلکہ انشاء، اور اپنی طرف سے دعا کے طور پر عرض کرتی ہے اور انہی الفاظ کو برقرار رکھنا اولیٰ ہے بعض صحابہ کرام نے بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کی بجائے آپ کی وفات کے بعد 'اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ' کہنا شروع کر دیا تھا جس کی وجہ بظاہر یہ ہو سکتی ہے کہ حاضر و ناظر کا وہم پیدا نہ ہو اور اس کے لیے بخاری، ابو عوانہ اور سنن الکبریٰ کی روایتیں باحوالہ عرض کی گئی ہیں (تفریح الخاطر، ۳۳۲)

۲۔ آگے چل کر لکھتے ہیں ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ'' ہم یہ بات علی الرأس والعین تسلیم کرتے ہیں اور تشہد ابن مسعود (السلام علیک ایہا النبی) پر ہی ہم اور ہمارے بزرگ عامل ہیں تبرید النواظر میں صرف یہ بات عرض کی گئی ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام وغیرہم نے صیغۂ خطاب ترک کیا بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ صیغہ خطاب سے حاضر و ناظر کا شبہ پیدا نہ ہو اور لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں اور ہمارا یہ استدلال اپنی جگہ قائم اور صحیح ہے اور موصوف کا جواب اس کے رد میں بالکل ناکافی اور ناتمام ہے۔ (۱)

۳۔ بلکہ تبرید النواظر میں صحابہ سے تبدیلی پر حوالہ جات دینے کے بعد لکھا آپ غور فرمائیے اگر حضرات صحابہ کرام کا اور خصوصاً ان بزرگوں کا جن سے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے الفاظ سے ''التحیات'' منقول ہے یہ عقیدہ ہوتا کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو ضمیر خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی؟ بلکہ انہوں نے اُمت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر اُمت ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ'' کو اس عقیدہ سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یا حکایت بطور دعا انشاء اور یہی صحیح ہے اور فرشتے ہمارے صلوۃ وسلام کو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا دیتے ہیں تو پھر خطاب ہو جاتا ہے (۲)

اگر تبدیلی مان لیں

ہم نے تفصیل سے عرض کیا کہ اولاً تو تبدیلی ہوئی نہیں اگر ہوئی بھی تھی تو چند دنوں کے لیے بعض صحابہ نے کی اور اس تبدیلی کو تمام اُمت نے شاذ اور اجماعِ صحابہ و اُمت کے خلاف قرار دیتے ہوئے 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' پڑھنے کی تلقین کی جسے

(۱) تفریح الخاطر، ۳۳۳

مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اگر تبدیلی مان لیں تو اس سے ہمارے موقف کو اب تقویت ملتی ہے کہ یہ الفا[illegible]
بطور حکایت نہیں بلکہ بطور انشاء پڑھے جاتے ہیں اور اس صورت میں رسالتمآب ﷺ
روحانی وعلمی طور پر موجود ماننا ضروری ہے

اگر ان الفاظ سے اس بات کا ثبوت ہی نہیں ملتا تو پھر بقول مولانا موصوف
صحابہ کو یہ خدشہ کیوں لاحق ہوا حالانکہ وہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ صحابہ نے محسوس کیا کہ لوگ
اس سے حاضر وناظر مراد لیں گے لہذا انہوں نے تبدیلی کر دی پھر خود ہی کہتے ہیں کہ ان
الفاظ سے حاضر وناظر پر استدلال ہی درست نہیں کیا یہ کھلا تضاد نہیں

رسول اللہ ﷺ نے یہ کیوں محسوس نہ کیا؟

اس مقام پر مخالفین پر اس کا جواب دینا نہایت ہی ضروری ہے کہ ایسا خدشہ
رسول اللہ ﷺ نے کیوں محسوس نہ کیا۔ کیا آپ ﷺ اس معاملہ سے بے خبر تھے کیا اللہ
تعالیٰ آپ کی اس پر اصلاح نہیں فرما سکتا، جب خود رسول اللہ ﷺ نے یہ کلمات
سکھائے اور تا قیامت اللہ تعالیٰ نے ان کو جائز رکھا تو اب کسی دوسرے کو خدشات کیوں
لاحق ہوں گے اور اگر کسی کو لاحق ہوں بھی تو ہوتے رہیں ہم اللہ تعالیٰ اور اس
رسول ﷺ کے پابند ہیں۔

پھر اس کا جواب کیا ہے؟

پھر اس کا جواب کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں تمام دور دراز
علاقوں میں صحابہ انہی کلمات سے سلام عرض کرتے تھے، دور والوں کو آپ نے منع کیوں
نہ فرمایا حالانکہ اگر معاملہ ایسا ہوتا تو آپ پر منع کرنا لازم وفرض تھا۔

پھر نداء یا محمد ﷺ کا کیا بنے گا؟

پھر یہاں تو آپ کہہ دیں گے کہ معاملہ درود وسلام کا ہے چونکہ درود وسلام فر[illegible]
پہنچا دیتے ہیں لہذا ایسے کلمات کے ساتھ درود وسلام جائز ہے
لیکن جو احادیث صحیح [illegible]

[illegible] اور استغاثہ وشفاعت یہ کہنے کی تلقین فرمائی۔

یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی

(اے محمد ﷺ میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کے وسیلہ سے متوجہ ہوں)

[illegible] اور درود وسلام کا تذکرہ تک نہیں،

[illegible]نوی صاحب کا حوالہ

یہ بات شیخ اشرف علی تھانوی کی زبانی سن لیجئے، لکھتے ہیں

'السلام علیک ایھا النبی' یہ خطاب بوجہ اقتران بالسلام کے بواسطہ
[illegible] کے حضور ﷺ تک پہنچا دیا جاتا ہے اس لیے اس میں کوئی ندا کا احتمال نہیں بخلاف
[illegible] کے کہ وہاں نہ کوئی دلیل بلاغ ہے اور واقع میں خود حضور ﷺ سامنے تشریف
[illegible] تھے اور بعد میں اس وقت کے عوام خوش عقیدہ تھے اس کو حکایت پر محمول
[illegible] تھے بخلاف اس وقت کے اکثر عوام کے لیے فسادِ عقیدہ ان کا مشاہدہ ہے
[illegible] اگر کسی عامی کا عقیدہ یقیناً صحیح ہو اس کے لیے اب بھی منقول کا اتباع ہی اولیٰ
(۱)

یہاں انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں

السلام علیک میں السلام ہے اور یہ فرشتوں کے ذریعے پہنچ جاتا ہے

واقعہ یا محمد میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ آپ تک پہنچ جاتا ہے

وہاں خود رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے

پہلے لوگ یا محمد کو بطور حکایت پڑھا کرتے تھے

یاد رہے ان کا یہ رسالہ (الوسیلہ) نشر الطیب کے بعد کا ہے کیونکہ انہوں نے اس
[illegible] عنوان تنبیہ لکھا

مسئلہ توسل کی ضروری تحقیق مع احادیث رسالہ نشر الطیب کی اڑتیسویں فصل میں
[illegible] ملاحظہ ہے فقط (۲)

[illegible] الوسیلہ، ۲۲

مولانا کا تضاد اور داؤ

اب نشر الطیب کی عبارت ملاحظہ کیجیے اور دیکھئے دونوں عبارات میں کس قدر
تضاد ہے۔ حدیث حضرت عثمان بن حنیف 'یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ' کی شرح
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا واقعہ نقل کر کے فائدہ کے طور پر لکھتے ہیں

اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃ
بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا
دونوں حالتوں میں مشترک ہے اور نداء کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے دو وجہ سے ایک
متبادر قصہ سے یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف
رکھتے ہیں نداء غائب لازم نہیں آتی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا القصد
ملائکہ اُن کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اِس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں
اس لیے ان کو منع کیا جاتا ہے (۱)

یہاں انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں

۱۔ "یا محمد" سے ندا غائب جائز نہیں

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے والے نے مسجد نبوی میں جا کر
یا محمد کہا اور یہ نداء غائب نہیں

۳۔ سلف کا یا محمد کہنا جائز ہے کیونکہ وہ ملائکہ کا پہچانا مراد لیتے ہیں

غور کیجیے

پہلے خود ہی لکھا ہے
کہ 'یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ' میں کوئی دلیلِ بلاغ موجود ہی نہیں کیونکہ
معاملہ درود وسلام کا نہیں
پھر لکھا
کہ پہلے لوگ اسے بطور حکایت وخبر ہی پڑھا کرتے تھے

(۱) نشر الطیب ...

یہاں ہے کہ وہ بمقصد تبلیغ ملائکہ پڑھا کرتے تھے۔

جب خود ہی لکھا کہ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ میں دلیلِ بلاغ موجود ہی نہیں تو
اسلاف کے بارے میں ایسی بات کہنا کہاں کا انصاف ہے؟

پھر اس میں گڈمڈ کر دی کہ اسلاف اسے بطور حکایت پڑھتے تھے یا بطور انشاء،
کہیں جگہ ایک بات لکھ دی اور کسی جگہ دوسری، مسلمان کہاں جائیں؟

مسجد نبوی ﷺ میں جانا

پھر یہ لکھنا کہ کوئی مسجد نبوی ﷺ میں جا کر ایسی دعا کرے تو وہاں یہ کلمات
'یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ' پڑھنا جائز ہے لیکن دوسرے مقام پر جائز نہیں بلکہ شرک
تو اس تفریق پر کوئی شہادت ہے ہرگز نہیں پہلے ہم نے واضح کر دیا کہ تمام ائمۂ اُمت
نے ہر جگہ ان کلمات کے پڑھنے اور ان سے استفادہ کی تعلیم وتلقین کی ہے کسی سے بھی
ایسی تفریق منقول نہیں، اگر مخالفین کے مطالعہ میں ایسی کوئی چیز ہے تو ضرور سامنے لائیں
اور اگر نہیں ہے تو پھر اُمت سے دھوکہ نہ کیا جائے بلکہ اسے اپنے صحیح راستے پر ہی گامزن
رہنے دیا جائے

تعلیم دینے والی کونسی ہستی ہے؟

اور یہ خیال ہمیں کیوں نہیں آتا کہ 'اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ' اور
"یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ" سکھانے والی کونسی ذاتِ اقدس ہے اگر اس میں کوئی
شرک کا وہم وشبہ ہوتا تو وہ اُسی وقت فرما دیتی کہ یہ میری ظاہری حیات میں بلکہ فقط
میرے سامنے ہی ایسا کہنا جائز ہے جو آدمی مجھ سے دور ہو یا میرے وصال کے بعد
وہ ایسے کلمات ہرگز نہ پڑھے۔

جب آپ ﷺ نے تا قیامت اُمت کو ان کلمات کی تعلیم واجازت دی اور
اسے برکات وفیوض کا ذریعہ بنانے کا کہا تو اس کے بعد کسی کے قول کی کوئی گنجائش ہی
نہیں رہ جاتی بلکہ ایسا کہنے والا گمراہ ہی ہو سکتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے تصحیح کی

یہاں ایک عبارت کا ذکر کیے دیتے ہیں جو ان مخالفین کے خوشہ چینوں کی

پروفیسر زاہد حسین مرزا، میرپوری، 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ' پر لکھتا ہے

ان تمام روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ تشہد میں السلام علی النبی کہا کرتے تھے یہ تبدیلی اس لیے کی گئی کہ آئندہ آنے والی نسلیں کہیں یہ عقیدہ نہ اپنالیں کہ نبی اکرم ﷺ حاضر و ناظر ہیں لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں پڑھا اور سکھایا جانے والا تشہد عالمِ اسلام میں اس قدر پھیلا کہ صحابہ کرام کی طرف سے کی جانے والی تصحیح کے باوجود بدستور پڑھا جاتا رہا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے البتہ صحابہ کرام کی طرف سے جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ بھی درست ہوا آج بھی تشہد کو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے (1)

کیا یہ کہنا درست ہے کہ تمام صحابہ نے تبدیلی کردی تھی؟

کیا رسول اللہ ﷺ کے مقرر الفاظ میں صحابہ تبدیلی کرسکتے ہیں؟

کیا صحابہ کی طرف تصحیح الفاظِ رسول کی نسبت جائز ہے؟

جب یہ ساری کی ساری باتیں غلط اور لایعنی ہیں تو ہم کیوں نہیں کامل طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر اعتماد کرتے کہ انہوں نے جو کچھ ہمیں سکھا دیا ہے اسے اس کی روح کے ساتھ دل و جان کے ساتھ مان لیں اگر ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سننے، دیکھنے اور جاننے کی قوت دی ہے تو ہمیں تسلیم کرنے میں کیا جھجک و پریشانی ہے؟

(1) [illegible]

مزید دو اہم باتیں

پہلے آپ نے پڑھ لیا کہ شیخ اشرف علی تھانوی نے خود خلافتِ عثمانی کے دور کا ...ل کر کے توسل کے ثبوت پہ استدلال کیا

کہ یہ روایت بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ سے توسل بعد از وصال بھی جائز ہے

...کر یہ بھی مانا کہ اسلاف اس وظیفہ کو اس ارادہ سے پڑھا کرتے کہ ملائکہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا دیتے ہیں

لیکن ایک مقام پر انہوں نے اس سے متضاد بات لکھتے ہوئے کہا

کہ اس حکم میں عموم ہی نہیں بلکہ یہ اس صحابی سے ہی مخصوص ہے، آیئے وہ سوال ...اب کی صورت میں پڑھیے

...وال

قریب قریب اس کے وہ شبہ ہے جو تشہد میں وقتِ پڑھنے، فقرہ 'اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ الخ اکثر اوقات دل میں پڑھا جاتا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے ...عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم (گروہ صحابہ) حالت حیات ...ﷺ میں بوقت تشہد ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ'' الخ کہا کرتے ...اور جب سے آنحضرت ﷺ نے انتقال فرمایا یوں کہنے لگے، اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ...تو اب یہ کلمہ تشہد میں کیوں بحال رکھا گیا، حالانکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اکثر

... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے پیرو ہوا کرتے تھے فقہا ...

الجواب:

یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا اور حضور ﷺ سے تعلیم تشہد کی بصیغہ خطاب
بلا تخصیص منصوص ہے نص کے سامنے اجتہاد کو چھوڑ دیا جائے گا، بخلاف تعلیم اس دعا کے
کو کہ اس وقت میں وہ حاضر تھا اس دعا کے پڑھنے کو فرمایا تھا، تو تعلیم میں تعمیم ثابت نہیں
اور تشہد تو نماز میں پڑھنے کو سکھلایا گیا تھا اور آپ خود جانتے تھے کہ سب نمازی قریب
نہیں ہوں گے اور جو قریب بھی ہیں وہ سماع نہ کریں گے فافترقا۔(۱)

نہایت قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر یہ اس صحابی سے مخصوص تھا تو وہ اور ان کی
اولاد لوگوں کو زندگی بھر اس دعا کی تعلیم کیوں دیتے رہے؟

حضرت عثمان اور ان کی اولاد کا لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دینا

بعد از وصال نبوی اس دعا کی تعلیم صرف حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ
نے ہی نہیں دی بلکہ ان کی اولاد بھی لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دیتی رہی اور یاد رہے کہ وہ صرف
شہرِ مدینہ میں ہی نہیں رہے بلکہ وہ خلفاء راشدین کے دور میں عراق و بصرہ کے گورنر
رہے۔ آیئے امام احمد خفاجی (ت،۱۰۶۹) کی اس روایت پر گفتگو کا مطالعہ کرتے ہیں:

(وَرَوَى النِّسَائِيُّ) وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ
وَصَحَّحُوْهُ (عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ) وَلَهُ صُحْبَةٌ وَرِوَايَةٌ
وَرَوَى عَنْهُ أَحْمَدُ وَأَصْحَابُ السُّنَنِ وَهُوَ مِنَ الْأَشْرَافِ
وَلِيَ سَوَادَ الْعِرَاقِ وَالْبَصْرَةِ وَعَاشَ إِلَى زَمَنِ مُعَاوِيَةَ
وَسَنُقَرِّرُ هٰذَا الْحَدِيْثَ قَرِيْبًا إِلَّا أَنَّ الْبُرْهَانَ قَالَ
كَانَ يَنْبَغِيْ لِلْقَاضِيْ أَنْ يَّذْكُرَ سَنَدَهُ لِيُعْلَمَ أَنَّهُ
صَحَابِيٌّ لِئَلَّا يُتَوَهَّمَ أَنَّ النِّسَائِيَّ سَمِعَ مِنْهُ وَمِثْلُهُ
سَهْلٌ (أَنَّ أَعْمٰى) لَمْ يَذْكُرُوا اسْمَهُ (قَالَ يَا رَسُوْلَ
اللهِ ﷺ ادْعُ اللهَ أَنْ يَّكْشِفَ عَنْ بَصَرِيْ) الْمَعْنٰى

(۱) امداد الفتاوی، ۵، ۱۰۴

أَنْ يَّدْعُوَ لَهُ بِأَنْ يَّصِحَّ بَصَرَهُ وَيُزِيْلَ اللهُ عَنْهُ الْعَمٰى
فَعَبَّرَ عَنْهُ بِالْكَشْفِ وَهُوَ إِزَالَةُ الْغِطَاءِ فَأَمَّا أَنْ
يَّكُوْنَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشَاوَةٌ وَجِلْدَةٌ رَقِيْقَةٌ طَلَبَ
إِزَالَتَهَا أَوْ شَبَّهَ عَدَمَ الرُّؤْيَةِ بِحِجَابٍ حَائِلٍ بَيْنَهُ
وَبَيْنَ الْمُبْصَرَاتِ وَالرُّؤْيَةُ بِإِزَالَتِهٖ فَفِيْهِ اِسْتِعَارَةٌ
(فَقَالَ) لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَمْرًا لَهُ (اِنْطَلِقْ) أَيْ قُمْ
مَجْلِسَكَ هٰذَا (فَتَوَضَّأْ) أَمَرَ بِالْوُضُوْءِ (ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ)
نَافِلَةً وَتُسَمّٰى صَلَاةُ الْحَاجَةِ وَمِنْهُ أَخَذَ أَنَّ كُلَّ مَنْ
هَمَّهُ أَمْرٌ يَنْبَغِيْ لَهُ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يُّصَلِّيَ قَبْلَ الدُّعَاءِ
تَقَرُّبًا إِلَى اللهِ (ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ) أَيْ يَا أَللهُ وَالْكَلَامُ
عَلَيْهَا مَشْهُوْرٌ ذَكَرْنَاهُ فِيْ غَيْرِ هٰذَا الْمَحَلِّ (إِنِّيْ
أَسْأَلُكَ) وَأَطْلُبُ مِنْكَ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ (وَأَتَوَجَّهُ
إِلَيْكَ) أَصْلُ مَعْنَى التَّوَجُّهِ الْمُقَابَلَةُ بِالْوَجْهِ فَأُرِيْدَ
الْإِخْلَاصُ فِي الْقِصَّةِ لِلدُّعَاءِ وَالتَّوَسُّلِ (بِنَبِيِّكَ)
وَفِيْ بَعْضِ النُّسَخِ بِنَبِيِّيْ بِالْإِضَافَةِ إِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ
(مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ) بَدَلٌ مِنْ نَبِيِّكَ أَوْ عَطْفُ بَيَانٍ
وَقَدْ تَقَدَّمَ مَعْنَاهُ ثُمَّ الْتَفَتَ مِنْ خِطَابِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰى
إِلٰى خِطَابِ نَبِيِّهٖ ﷺ لِأَنَّهُ وَاسِطَةٌ فِيْ كُلِّ مَا يَصِلُ
مِنَ الْإِحْسَانِ وَالْفَيْضِ الْإِلٰهِيِّ (يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ أَتَوَجَّهُ
بِكَ إِلٰى رَبِّكَ) أَيْ أَتَوَسَّلُ بِكَ فِيْمَا طَلَبْتُهُ مِنَ اللهِ
وَهُوَ (أَنْ يَّكْشِفَ عَنْ بَصَرِيْ) حِجَابَهُ الْمَانِعَ لَهُ عَنِ
الرُّؤْيَةِ وَفِيْهِ مُقَدَّرٌ أَيْ فَدَعَا فَأَبْصَرَ وَهٰذَا الْحَدِيْثُ
مُسْنَدٌ صَحِيْحٌ أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْحَاكِمُ وَغَيْرُهُمَا

حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ جو صحابی اور راویِ احادیث ہیں اُن سے امام احمد اور اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے اور یہ اشراف میں سے ہیں یہ عراق اور بصرہ کے گورنر رہے حضرت معاویہ کے دور تک زندہ رہے اس حدیث کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے البتہ امام برہان حلبی نے لکھا قاضی عیاض کے لئے یہ مناسب تھا کہ وہ اس کی سند ذکر کر دیتے تا کہ ان کا صحابی ہونا واضح ہو جاتا اور یہ وہم نہ ہوتا کہ امام نسائی نے براہِ راست اُن سے حدیث لی ہے اسی کی مثل حضرت سہل کا معاملہ ہے (ایک نابینا نے) ان کا نام محدثین نے ذکر نہیں کیا (عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے) معنی یہ ہے کہ میرے لئے صحتِ بینائی کی دعا کیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان سے نابینا پن دور کر دے لفظِ کشف سے مراد آنکھوں سے پردہ کا ازالہ ہے ان کی آنکھوں پر باریک جھلی آ گئی تھی اس کے ازالہ کا مطالبہ کیا یا ایسا پردہ حائل تھا کہ دیکھنا ناممکن تھا تو اس کے ازالہ کی طلب کی، رسول اللہ نے اسے حکم دیا اٹھو اور جاؤ وضو کرو پھر دو رکعتیں نوافل ادا کرو، اسے نماز حاجت کہا جاتا ہے، اس میں یہ تعلیم ہے کہ جسے مشکل پیش آئے وہ یہ نماز ادا کرے اور دعا سے پہلے نماز ادا کرنا مستحب ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو (پھر یہ دعا کروا ے اللہ) اللھم پر گفتگو معروف ہے اور کئی مقامات پر ہم نے اس پر تفصیلاً لکھا ہے (میں آپ سے مانگتا ہوں) یعنی میں آپ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں توجہ کا اصل معنی چہرہ سامنے کرنا ہے یہاں مراد دعا و توسل ہے (تیرے نبی کے ساتھ) بعض نسخوں میں یاءِ متکلم کے ساتھ بنبیی ہے (محمد نبی رحمت) یہ نبیک سے بدل یا عطف بیان ہے اور اس کا معنی گزر چکا ہے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کے بعد اس کے نبی کی طرف متوجہ ہوئے جو ہر احسان اور فیض الٰہی کا واسطہ و وسیلہ ہیں (یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِكَ اِلٰی رَبِّكَ) یعنی میں آپ کے وسیلہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں کہ

نے جب یہ دعا کی تو ان کی بینائی لوٹ آئی یہ حدیث صحیح ہے اسے امام ترمذی، حاکم اور دیگر محدثین نے روایت کیا)

اس کے بعد لکھتے ہیں

وَكَانَ ابْنُ حُنَيْفٍ وَ بَنُوْهُ يُعَلِّمُوْنَهُ النَّاسَ وَقَدْ حُكِيَ فِيْهِ حَكَايَاتٌ فِيْهَا اِجَابَةُ دُعَاءِ مَنْ دَعَا بِهٖ مِنْ غَيْرِ تَأَخُّرٍ وَ قَدْ اَخْرَجَهُ الْبُرْهَانُ الْحَلَبِيُّ مِنْ طُرُقٍ مُّتَعَدَّدَةٍ فَلَمْ يَبْقَ فِيْهِ شُبْهَةٌ فَاحْفَظْهُ (اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ) اَىْ اَقْبِلْ شَفَاعَتَهٗ (فِيَّ) وَهُوَ يَحْتَمِلُ اَنْ يُّرِيْدَ شَفَاعَتَهٗ ﷺ فِيْهِ فِي الدُّنْيَا بِرَدِّ بَصَرِهٖ اَوْ شَفَاعَتَهٗ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ اَوْ مَا يَشْمَلُهُمَا وَهٰذَا اَوْلٰى وَمِنْهُ عُلِمَ اِسْتِحْبَابُ الدُّعَاءِ عَقْبَ الصَّلَاةِ (۱)

(حضرت ابن حُنیف اور ان کی اولاد لوگوں کو اس دعا کی تعلیم دیا کرتے اور اس میں بہت سے واقعات و حکایات منقول ہیں کہ لوگوں نے یہ دعا کی تو فی الفور ان کی دعا قبول ہوئی اسے امام برہان حلبی نے متعدد اسناد سے نقل کیا تو کوئی شبہ باقی نہیں رہا (اے اللہ ان کی شفاعت قبول فرما) یعنی ان کی شفاعت قبول فرما (میرے حق میں) اس میں احتمال ہے کہ دنیا میں شفاعت بصورت بصارتِ لوٹانے کا معاملہ ہے یا اخروی شفاعت مراد ہے یا یہ دونوں شفاعتوں کو شامل ہے اور یہی اولیٰ ہے اس سے نماز کے بعد دعا کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے)

یہی بات شیخ احمد زینی دحلان (ت،) نے تحریر کی ہے

وَكَانَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَيْفٍ وَ بَنُوْهُ يُعَلِّمُوْنَهٗ لِلنَّاسِ فَيَدْعُوْنَ بِهٖ عِنْدَ تَعَسُّرِ قَضَاءِ الْحَاجَاتِ فَتُقْضٰى وَقَدْ اَخْرَجَهُ الْبُرْهَانُ الْحَلَبِيُّ مِنْ طُرُقٍ مُّتَعَدِّدَةٍ قَالَ الشِّهَابُ الْخَفَاجِيُّ فِيْ شَرْحِ الشِّفَاءِ فَلَمْ يَبْقَ

فِيهِ شُبْهَةٌ فَاحْفَظْهُ (۱)

(حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد لوگوں کو یہ دعا سکھاتے اور وہ اپنی مشکلات میں اسے پڑھتے تو ان کی حاجات پوری ہو جاتیں، امام برہان حلبی نے اسے متعدد اسناد سے ذکر کیا امام شہاب خفاجی شرح شفاء میں کہتے ہیں اس کے بعد اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا پس اس دعا کو یاد کرو)

صحابی رضی اللہ عنہ کے حالات

اس حدیث کے راوی صحابیِ رسول ﷺ کے حالات زندگی کے بارے میں ہے کہ ان کا نام ونسب یوں ہے عثمان بن حُنیف (تصغیر کے ساتھ) بن واہب بن حکیم بن ثعلبہ بن حارث بن مجدعۃ بن عمرو بن جیش بن عوف بن عمرو بن عوف من مالک بن اوس انصاری اوسی، ان کی کنیت ابو عمرو اور بعض نے کہا کہ ابو عبداللہ ہے امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے لیکن یہ بیان کرنے میں وہ تنہا ہیں البتہ جمہور کے نزدیک وہ پہلی لڑائی احد میں شریک ہوئے ہاں ان کے بھائی سہل بن حُنیف بدری لڑائی میں شریک ہوئے تھے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، امام عسکری کہتے ہیں کہ عثمان اُحد اور بعد کی لڑائیوں میں شریک ہوئے۔ ان کے بھتیجے حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت، نوفل بن مساحق اور ہانی بن معاویہ الصرفی نے ان سے روایت کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو زمین کی پیمائش اور لوگوں پر جزیہ اور خراج لگانے کے لیے عراق کا والی بنا کر بھیجا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو بصرہ کا گورنر بنایا پھر جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما بصرہ آئے تو انہوں نے ان کو واپس کر دیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور واقعہ جمل رونما ہوا۔

امام ابن عبد البر کہتے ہیں کہ علماء نے آثار واخبار میں ذکر کیا ہے کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ سرزمینِ عراق کی طرف کسے بھیجا جائے تو انہوں نے اجماعاً کہا کہ حضرت عثمان بن حُنیف کو بھیجا جائے اور کہا کہ اگر آپ اس سے بھی اہم کام پر بھیجیں تو وہ صاحب نظر، صاحبِ عقل، صاحبِ معرفت وتجربہ ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے ان کو عراق کی زمین ماپنے کے لیے عراق کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہوں نے زمین کے ہر جریب پر جسے پانی پہنچتا ہو خواہ وہ آباد ہو یا غیر آباد ایک درہم اور ایک بوری گندم کی مقرر کی' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے ایک سال پہلے کوفہ کا ٹیکس ایک کڑور سے زیادہ تک پہنچ چکا تھا اور جب حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کا لشکر بصرہ پہنچا تو اس سے حضرت عثمان بن حُنیف رضی اللہ عنہ کے فضل میں اضافہ ہوا الخ حضرت معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں کوفہ میں ان کی وفات ہوئی۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن (۱)

ان کے حالات سے آگاہی کے بعد کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے پر وہ یہ پابندی لگاتے تھے کہ وہ مسجد نبوی اور رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر یہ پڑھے، وہ تو بصرہ وعراق میں اس دعا کی تعلیم دیتے رہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات کے ہر گوشہ میں یہ دعا پڑھی جا سکتی ہے جیسے ہر نماز میں رسول اللہ ﷺ کو ہر خطاب کر کے سلام عرض کرتا ہے اسی طرح وہ اپنے آقا ﷺ کو ہر جگہ فریاد رسی کے لیے پکار بھی سکتا ہے اور اِسے مسجدِ نبوی تک مخصوص کرنا سراسر زیادتی اور من مانی ہے۔

پانچواں باب:

رسول اللہ کا اُمت کو ایک اور تحفہ

يَاعِبَادَاللهِ اَعِيْنُوْنِي

(اے اللہ کے بندو میری مدد کرو)

قرآن وسنت نے یہاں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگو ساختہ بتوں سے مت مانگو، وہاں اس نے ہمیں اس تعلیم سے بھی بہرہ ور فرمایا کہ اللہ کے مقبول بندوں سے بھی مدد مانگ سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی کرم نوازی سے مالا مال کیا ہوتا ہے یہ اس کی صفات کا مظہر ہوتے ہیں ان کی توانیاں دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان کی توانیوں اور طاقتوں میں تصرف خود باری تعالیٰ فرماتا ہے زبان ان کی ہوتی ہے مگر اس پر بولتا خدا ہے ان کے ہاتھوں کو وہ اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے کی تفصیل پچھلی فصل میں آچکی ہے

تو انہیں خود ساختہ بتوں پر قیاس مت کرو یہ حسبِ درجہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ ان کی زبان وحرکت تقدیرِ الٰہی بن جاتی ہے

اللہ کے بندوں میری مدد کرو

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو یہ تعلیم دی کہ دوران سفر سواری گم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں سے مدد مانگ لیا کریں

۱۔ امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً فِي الْاَرْضِ سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُوْنَ مَا يَسْقُطُ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَاِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِي رَجْلِهِ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِي عِبَادَ اللهِ (۱)

(۱) مسند بزار، حدیث: ۳۱۲۸

(زمین پر اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھتے ہیں جب تم میں سے کسی کو جنگل و بیابان میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یوں ندا کر کے مدد مانگے کہ اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو)

امام نورالدین علی ہیثمی (ت، ۸۰۷) اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں

رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ (۱)

(اسے امام بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)

امام محدث شیخ عبداللہ غماری (ت، ۱۴۱۳) نے یہ الفاظ لکھے ہیں

اِسْنَادُهٗ جَيِّدٌ (۲)

(اس کی سند جید وعمدہ ہے)

۲۔ حافظ ابن السنی ابوبکر احمد بن محمد (ت، ۳۶۴) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَاعِبَادَ اللهِ احْبِسُوْهُ فَاِنَّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فِي الْاَرْضِ حَاضِرًا يَسْتَحْبِسُهٗ (۳)

(جب تم میں سے کسی کی سواری بیابان میں بھاگ جائے تو وہ یوں پکارے اے اللہ کے بندوں اسے روک لو کیونکہ زمین پر روکنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں)

امام نورالدین ہیثمی (ت، ۸۰۷) اس کے تحت لکھتے ہیں

امام ابویعلیٰ اور امام طبرانی نے نقل کیا ہے اس کے راویوں میں سے "معروف بن حسان" ضعیف راوی ہیں (۴)

۳۔ امام طبرانی (ت، ۳۶۰) نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ

(۱) مجمع الزوائد، ۴۔۱۷۱

(۲) الرد المحکم، ۱۴۰

(۳) عمل الیوم واللیلۃ، ۱۶۲

(۴) مجمع الزوائد، ۱، ۱۸۸

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِذَا أَضَلَّ أَحَدُكُمْ شَيْئًا أَوْ أَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِأَرْضٍ لَيْسَ بِهَا أَنِيسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي يَا عِبَادَ اللهِ أَغِيثُونِي فَإِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ

(جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو گم کردے یا مدد چاہے حالانکہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی مددگار نہ ہو تو وہ یوں تین دفعہ پکارے، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے)

امام ہیثمی نے اس پر یہ نوٹ دیا ہے کہ

رَوَاهُ الطَّبَرَانِي وَرِجَالُهُ وُثِّقُوا عَلَى ضُعْفٍ فِي بَعْضِهِمْ إِلَّا أَنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ لَمْ يُدْرِكْ عُتْبَةَ (۱)

(اسے امام طبرانی نے روایت کیا اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیتے ہوئے بعض کو ضعیف کہا ہے مگر زید بن علی کی عتبہ سے ملاقات ثابت نہیں)

۴۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ (ت، ۲۳۵) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا

إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً فَضْلًا سِوَى الْحَفَظَةِ يَكْتُبُونَ مَا سَقَطَ مِنْ وَرَقِ الشَّجَرِ فَإِذَا أَصَابَتْ أَحَدَكُمْ عَرْجَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُنَادِ أَعِينُونِي عِبَادَ اللهِ رَحِمَكُمُ اللهُ (۲)

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ کچھ فرشتوں کو مقرر فرمایا جو درختوں کے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو سفر میں پریشانی بنے تو وہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو تم پر اللہ رحم فرمائے)

(۱) مجمع الزوائد، ۱۰، ۱۸۸
(۲) المصنف، حدیث: ۳۰۳۳۹

عباد اللہ سے کون مراد ہیں؟

اوپر آپ نے دیکھا کہ بعض روایات میں ملائکہ کا ذکر ہے اور بعض میں عباد اللہ ہیں اس لیے اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہاں ملائکہ، مسلمان جنات اور رجال غیب ابدال و اولیاء مراد ہیں

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) یَا عِبَادَ اللهِ کے تحت لکھتے ہیں

اَلْمُرَادُ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَوِ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الْجِنِّ أَوْ رِجَالُ الْغَيْبِ الْمُسَمَّوْنَ بِالْأَبْدَالِ (۱)

(عباد سے مراد فرشتے یا جنات مسلمان یا اس سے رجال غیب مراد ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے)

یاد رہے ایسے مواقع پر لفظ 'او' شک کے لئے نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ بتاتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرور ہے یعنی منعِ خلو کے لئے ہے

شیخ محمد علی شوکانی (ت، ۱۱۲۵) نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے تحت لکھا

قَالَ فِي مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ وَفِي الْحَدِيثِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِمَنْ لَا يَرَاهُمُ الْإِنْسَانُ مِنْ عِبَادِ اللهِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَصَالِحِ الْجِنِّ وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ بَأْسٌ (۲)

(مجمع الزوائد میں ہے کہ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں اور اس حدیث سے ایسے لوگوں سے مدد مانگنا جائز بتایا جنہیں انسان دیکھ نہیں پاتا مثلاً اللہ کے بندے، فرشتے، نیک جن اور اس مدد مانگنے میں کوئی حرج نہیں)

نواب قطب الدین خان دہلوی (ت،) نے فائدۂ حدیث میں لکھا

ان الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے کوئی خاص انسان، رجال غیب یعنی

(۱) الحرز الثمین شرح حصن الحصین، ۳۲۲
(۲) تحفۃ الذاکرین، ۱۵۵

ابدال یا ملائکہ یا پھر نیک جنات ہیں (۱)

روایات مبارکہ اور ائمہ اُمت کا معمول

اِن تمام آیاتِ مبارکہ میں اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پکارتے ہوئے مدد مانگو تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے تمہاری مشکلات کا ازالہ فرمائے اس لیے تمام ائمہ اُمت نے بیان کیا کہ ہم نے اس تعلیم پر عمل کیا تو ہماری مشکلات حل ہوگئیں۔

چند کی تصریحات ملاحظہ کر لیجیے

۱۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی (ت، ۳۲۰) حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کر کے لکھتے ہیں

وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ (۲)

(اور یہ بات نہایت ہی مجرب ہے)

امام طبرانی کے ان الفاظ کے تحت مولانا عاشق الٰہی دیوبندی نے کہا کہ اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی حیرانی کے موقعہ پر کسی نے اس طرح کی آواز لگائی تو اللہ کا کوئی بندہ ضرور ظاہر ہو گیا (۳)

۲۔ عظیم محدث امام محی الدین نووی (ت، ۶۷۶) انہی روایات کے تحت فرماتے ہیں

حُكِيَ لِي لِبَعْضِ شُيُوخِنَا الْكِبَارِ فِي الْعِلْمِ أَنَّهُ انْفَلَتَتْ لَهُ دَابَّةٌ أَظُنُّهَا بَغْلَةً وَ كَانَ يَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَهُ رَدَّ اللهُ عَلَيْهِمْ فِي الْحَالِ

(مجھے نامور اور علمی شخصیت استاذِ گرامی نے بتایا کہ ان کی سواری خچر گم ہو گئی اور انہیں یہ حدیث یاد تھی تو میں نے جب پکارا تو اسی وقت میری سواری اللہ تعالیٰ نے واپس فرما دی)

---

(۱) ظفر جلیل شرح حصن، ۱۴۹، مطبوعہ لاہور
(۲) المعجم الکبیر، ۱۷، ۱۱۸
(۳) شرح حصن حصین، ۳۴۵

اس کے بعد اپنا واقعہ لکھتے ہیں

وَكُنْتُ أَنَا مَرَّةً مَعَ جَمَاعَةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا بَهِيْمَةٌ وَعَجَزُوْا عَنْهَا ۔ ۔ ۔ فَقُلْتُهُ فَوَقَفَتْ فِي الْحَالِ بِغَيْرِ سَبَبٍ سِوَى هٰذَا الْكَلَامِ (۱)

(خود میں ایک دفعہ جماعت کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ ہمارا جانور گم ہو گیا اور قافلہ والے تلاش کر کے تھک گئے تو میں نے اللہ کے بندوں سے مدد چاہی تو فی الفور جانور مل گیا اور اس کے ملنے کا سبب فقط یہی وظیفہ و عمل تھا)

شیخ عبداللہ غماری (ت، ۱۴۱۳) نے لکھا امام نووی نے شرح المھذب میں اپنے مذکور شیخ کا نام امام ابو محمد بن ابی الیسر تحریر کیا ہے (۲)

حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۴) مشائخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الثِّقَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثُ حَسَنٌ يَحْتَاجُ إِلَيْهِ الْمُسَافِرُوْنَ وَرُوِيَ عَنِ الْمَشَائِخِ أَنَّهُ مُجَرَّبٌ قَرَنَ بِهِ النُّجْحُ ذَكَرَهُ مِيْرَكُ (۳)

(بعض ثقہ اہل علم فرماتے ہیں یہ روایت حسن ہے اہلِ سفر اس کے محتاج ہوتے ہیں بزرگوں سے منقول ہے کہ اس کا تجربہ بھی ہوا ہے کہ اس سے کامیابی ملی اسے محدث میرک نے ذکر کیا)

ان احادیث کی تشریح کرتے ہوئے نواب قطب الدین دھلوی (ت) نے لکھا میرک شاہ نے بعض علماء ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں اور نزدیک ہے ساتھ اس کے فتح مقصود پر کذا ذکرہ الفخر والعلی (۴)

---

(۱) [illegible]، ۱، ۲۵۷
(۲) [illegible] الکلم الطیبین، ۴۲
(۳) [illegible] الطیبین، ۳۲۲
(۴) [illegible]

عبارت کیوں بدل دی؟

یادرہے نواب صاحب کی مذکورہ عبارت ہمارے نسخوں میں نہیں ہے بلکہ ا
بعد کے لوگوں نے بدل دیا ہے جو کسی مسلمان کو زیب ہی نہیں دیتا اگر مصنف سے کسی
بات سے اختلاف ہے تو حاشیہ میں اس کے خلاف نوٹ مع دلیل دیا جاسکتا ہے لیکن اس
کی عبارت کو ہی بدل دینا سوائے خیانت کے کچھ نہیں ہم نے یہ عبارت صدر الافاضل
علامہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (ت، ۱۳۶۷) کی کتاب ''اطیب البیان'' سے لی
اگلی کہانی ان کی زبان سے ہی پڑھ لیجیے، لکھتے ہیں

ظفر جلیل کی یہ عبارت میں نے اس قدیم اصلی نسخہ سے لی ہے جس کو قطب
الدین خان صاحب مصنف نے سن ۱۲۵۴ میں عبدالغفور شاہجہاں آبادی کے مطبع میں
چھپوایا ہے، وہابیہ کی خیانت اور شرمناک چالاکی اور قابل مذمت فریب یہ ہے کہ اس
بعد کے نسخوں میں سے انہوں نے میرک شاہ کی عبارت بالکل اڑا دی ہے جس
حدیث کو حسن بتایا ہے اور اس پر مشائخ کا تجربہ نقل کیا تھا اور بجائے اس کے ایک اور
عبارت جس کا اصل کتاب میں نام و نشان نہیں اپنی طرف سے بڑھا دی اس میں اس
حدیث کو ضعیف بھی کہا اور یہ بھی کہا کہ عباداللہ سے ملائکہ مراد ہیں۔

خدا نے عقل ماردی

اور نادانوں کو یہ نہ سوجھا کہ ابھی چند سطر اوپر اسی ظفر جلیل میں یہ بھی لکھا ہے کہ
مراد بندوں، سے رجال الغیب ہیں یعنی ابدال، ملائکہ یا مسلمان جنات پھر چار سطر بعد
اس کے خلاف کیسے لکھ دیں قطع وبرید کی بات ہی تھی تو اس عبارت کو بھی نکال دیا ہوتا مگر
خدا نے عقل ماردی اور جھوٹے کا پردہ فاش کرنے کے لیے یہ عبارت رہ گئی (۱)

اصل عبارت کی تائید اس سے بھی ہوجاتی ہے کہ نواب صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت کا تر
کیا تھا اور اس میں واضح طور پر دونوں چیزیں موجود ہیں کہ میرک شاہ نے نقل کیا ہے اور علماء کے
کے ہاں یہ حدیث حسن ہے (۲)

۱۔ نواب صدیق حسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) کا عمل و تجربہ

نواب صدیق حسن بھوپالی (ت، ۱۳۰۷) نے خود اپنا تجربہ ان الفاظ میں بیان
کیا ہے میں ایک مرتبہ ہندوستان کے شہر مرزاپور سے جبل پور کی طرف سفر کررہا تھا

فَوَقَعَ الْمَرْكَبُ الَّذِیْ كُنْتُ عَلَيْهِ فِي الْجَدْوَلِ وَ الْجَدْوَلُ فِيْ طُغْيَانٍ وَ كِدْتُّ اَغْرَقُ مَعَ الْمَرْكَبِ

(میری سواری ندی میں گرگئی حالانکہ اس وقت ندی میں طغیانی تھی قریب
تھا کہ میں سواری سمیت غرق ہوجاتا)

مجھے یہ حدیث یاد تھی میں نے اس کے مطابق 'یَا عِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ' کہا

فَوَقَعَ الْمَرْكَبُ فِي الْحَالِ عَلٰى مَجَازَةٍ عَظِيْمَةٍ كَانَتْ فِيْ ذٰلِكَ الْجَدْوَلِ بَعْدَ اِنْسَالَ عَلٰى مَوْجِ الْمَاءِ وَنَجَوْتُ مِنَ الْغَرْقِ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (۱)

(تو میری سواری اسی وقت چٹان پر رک گئی جو پانی کی موجوں میں بہہ کر
آئی تھی اور میں غرق ہونے سے بچ گیا اللہ ہی کے لیے حمد ہے)

حاجی امداداللہ مہاجر مکی کا عمل

حاجی امداداللہ مہاجر مکی (ت، ۱۳۱۷) کے بارے میں شیخ اشرف علی تھانوی
(ت، ۱۳۶۲) رقمطراز ہیں

ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی میں نے حطیم میں کھڑے
ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب
کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو یہ کہہ کر پھر میں نے نماز نفل شروع کر
دی ابھی نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف
ہو گیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہوگئی جب میں نے نماز ختم کی وہ بھی سلام پھیر
کر چلا گیا (۲)

(۱) ... الابرار، ۳۳۵